محمد عثمان بٹ

پی ایچ ڈی اسکالر
شعبۂ اردو، منہاج یونی ورسٹی، لاہور

رؤف پاریکھ کی لسانیاتی خدمات:
اکیسویں صدی کے تناظر میں

ABSTRACT

"Linguistic Contributions of Rauf Parekh: 21st Century's Context"
By Muhammad Usman Butt, PhD scholar, Department of Urdu, Minhaj University, Lahore.

Rauf Parekh is an eminent Urdu linguist, lexicographer, researcher and columnist of Pakistan. This article deals with two vital dimensions of Mr. Parekh's work in the discipline of Urdu linguistics as being a renowned linguist and lexicographer in twenty first century's context. His major linguistic contributions reflect the history, principles, methods and debates with special reference to Urdu lexicography. He is an acclaimed pioneer in the field of Urdu slang dictionary as he developed First Urdu Slang Dictionary in 2006. A clear representation of modern scientific, linguistic as well as lexicographic approach can be seen in his writings. *Urdu Lughat (Tareekhi Usool Par)* Volume 19, 20 and 21 has been issued under his editorship from Urdu Lughat Board, Karachi. *Ilm-i-lughat*, *Usool-i-lughat aur lughaat*, *Lughvi Mubahis*, *Lisaniyati Mubahis* and *Lisaniyat Kay Bunyadi Mubahis* are some of his famous books on current debates in linguistics and lexicography. I call him a true successor of Dr. Abul Lais Siddiqui, a great linguist and lexicographer of the twentieth century.

Keywords: Linguistics, Lexicography, Slang, Morpheme, Debates

رؤف پاریکھ پاکستان کے نمایاں محقق، اُردو لغت نگار، ماہرِ لسانیات اور کالم نگار ہیں۔ اِس تحقیقی مقالے میں اُن کی دولسانی جہتوں، بحیثیت ماہرلسانیات اور لغت نگارکو اکیسویں صدی کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ اُردو لغت نگاری کے میدان میں تاریخ، اُصول وضوابط، طریقِ کار اور مختلف مباحث اُن کی لسانی خدمات کی واضح عکاسی کرتے ہیں۔ وہ اُردو میں سلینگ لغت کے بنیاد گزار ہیں، جیسا کہ اُنھوں نے ۲۰۰۶ء میں اُردو کی اولین سلینگ لغت ترتیب دی۔ اُن کی تحریروں میں جدید سائنسی بنیادوں پر لغوی اور لسانیاتی مباحث ملتے ہیں۔ اُردو لغت (تاریخی اُصول پر) کی انیسویں، بیسویں اور اکیسویں جلد اُن

کے ادارتِ اعلیٰ کے دور میں جاری ہوئیں۔"علمِ لغت، اُصولِ لغت اور لغات"، "لغوی مباحث"، "لسانیاتی مباحث"، "لسانیات کے بنیادی مباحث" اور"صحتِ زبان" اُن کی لغت نگاری اور لسانیاتی حوالے سے معروف کتابوں میں شامل ہیں۔اُنھوں نے بیسویں صدی کے عظیم محقق اور ماہرلسانیات ولغت نگار اپنے استاد ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے کام کو اکیسویں صدی میں آگے بڑھایا۔

روزمرہ زندگی میں ابلاغ کی اہمیت ناگزیر ہے اور اِس سلسلہ میں زبان کی پیچیدگیوں کا تعلق براہِ راست انسانی زندگی کے مختلف سماجی اور ثقافتی پہلوؤں کے ساتھ نہایت گہرا ہوتا ہے۔لسانیات کا دیگر شعبوں سے تعلق قائم کرنے میں ابلاغ اور ثقافت بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔اکیسویں صدی نے ہر تعلیمی میدان میں کثیر شعبہ جاتی معاملات کو شامل کر کے انقلاب بر پا کر دیا ہے۔ایک شعبے کی روایتی حدود کو عبور کرتے ہوئے کسی دوسرے شعبے کی حدود میں داخل ہونا، اگر ناگزیر ہو جائے تو وہاں سے بین الشعبہ جاتی علوم اور میدان جنم لیتے ہیں۔لسانیات نے بہت سے شعبوں میں مداخلت کرتے ہوئے کئی کثیر شعبہ جاتی یا بین الشعبہ جاتی علوم کو نہ صرف متعارف کروایا ہے، بلکہ اِن شعبوں کے ذریعے زبان، ثقافت اور ابلاغ کے کئی دروازے دوسرے علوم وفنون پر کھولے بھی ہیں۔بین الشعبہ جاتی لسانیات کے باعث زبان سازی، ثانوی زبان کی تعلیم، ترجمہ کاری، انشا پردازی، ایڈیٹنگ، پروف ریڈنگ،عوامی بول چال، براڈ کاسٹنگ، پالیسی سازی،خواندگی، اداکاری اور رسل ورسائل جیسے کئی موضوعات زیرِ بحث آتے ہیں۔لسانیات کا شعبہ اِس قدر متنوع ہے کہ اِس کا اطلاق بیک وقت فطری سائنس، سماجی سائنس اور علم وادب پر یکساں طور پر دکھائی دیتا ہے۔فطری سائنس کے تناظر میں نیورالوجی، فارنزک سائنس، تھراپی اور شماریات وغیرہ، سماجی سائنس کے حوالے سے سماجیات، نفسیات، بشریات اور تراجم وغیرہ اور علم وادب کے ضمن میں زبان وادب، فلسفہ اور تاریخ وغیرہ پر لسانیات کا اطلاق نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔بہرحال اکیسویں صدی میں کیے گئے لسانیاتی کاموں کے تناظر میں ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی لسانیاتی خدمات کا یہاں تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

رؤف پاریکھ(پ: ۲۶/اگست ۱۹۵۸ء۔) اکیسویں صدی کے نامور محقق، لغت نگار، ماہرِ لسانیات، مزاح نگار اور کالم نگار ہیں۔اُن کے کالم انگریزی اخبار "ڈان نیوز" کی زینت بنتے رہتے ہیں۔جدید اُردو لسانیات کے حوالے سے اُن کا کام نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔اُن کا شمار دورِ حاضر کے اُن نام ور لسانی محققین میں ہوتا ہے، جنھوں نے اُردو لسانیات کے شعبے میں اپنے کام کو لسانیات کے جدید اُصول وضوابط کی روشنی میں استوار کیا ہے۔وہ ۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۷ء تک اُردو لغت بورڈ (اُردو ڈکشنری بورڈ) کراچی کے مدیر اعلیٰ رہے۔اُن کے نمایاں کاموں میں لغت نویسی کی تاریخ، مسائل، مباحث، اُصول اور تنقید، اُردو لغت (تاریخی اُصول پر) کی تین جلدیں، اُردو سلینگ لغت، اُردو میں لسانی تحقیق وتدوین اور جدید لسانیاتی مباحث پر مضامین شامل ہیں۔وہ جامعہ کراچی کے شعبۂ اُردو میں بطور پروفیسر تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ وہ ماہ نامہ "'قومی زبان"، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی کی مجلسِ مشاورت کے رکن رہے۔ وہ شش ماہی تحقیقی مجلہ "اُردو"، انجمن ترقی

اُردو پاکستان، کراچی کے مدیر رہے اور اِس کے علاوہ ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی کے جنرل سیکرٹری بھی رہے۔ لسانیات کے شعبہ میں اُن کے اہم علمی، تحقیقی، تدوینی اور تنقیدی کاموں میں ''اُردو لغت (تاریخی اُصول پر) جلد ۱۹ (مدیر اعلیٰ)'' (۲۰۰۳ء)، ''اُردو لغت (تاریخی اُصول پر) جلد ۲۰ (مدیر اعلیٰ)'' (۲۰۰۵ء)، ''اولین اُردو سلینگ لغت'' (۲۰۰۶ء)، ''اُردو لغت (تاریخی اُصول پر) جلد ۲۱ (مدیر اعلیٰ)'' (۲۰۰۷ء)، *Oxford Mini English-Urdu Dictionary* (۲۰۰۹)، ''اُردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث (ترتیب و حواشی)'' (۲۰۱۰ء)، ''امیر اللغات جلد سوم (مقدمہ، تدوین، حواشی)'' (۲۰۱۰ء)، ''اوکسفرڈ اُردو انگریزی لغت'' (۲۰۱۳ء)، ''پاکستان اور ہندوستان میں اُردو تحقیق و تدوین کا تاریخی وتنقیدی جائزہ'' (۲۰۱۳ء)، ''اردو میں لسانی تحقیق و تدوین: گزشتہ چند عشروں میں'' (۲۰۱۳ء)، ''اُردو لغات: اُصول اور تنقید (ترتیب و حواشی)'' (۲۰۱۴ء)، ''لغت نویسی اور لغات (روایت اور تجزیہ)'' (۲۰۱۵ء)، ''لغوی مباحث'' (۲۰۱۵ء)، ''لسانیاتی مباحث'' (۲۰۱۵ء)، ''علمِ لغت، اُصولِ لغت اور لغات'' (۲۰۱۷ء)، ''لغات اور فرہنگیں'' (۲۰۲۰ء)، ''لغات: تحقیق وتنقید'' (۲۰۲۰ء)، *70 Years of Pakistani Urdu Literature: A Very Brief Introduction* (۲۰۲۰ء)، ''لسانیات کے بنیادی مباحث'' (۲۰۲۱ء) اور ''صحتِ زباں'' (۲۰۲۱ء) نمایاں حیثیت کی حامل ہیں۔ آج کل وہ بحیثیت ڈائریکٹر جنرل، ادارہ فروغِ قومی زبان، اسلام آباد خدمات انجام دے رہے ہیں۔

''اولین اُردو سلینگ لغت'' کے نام سے ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے اُردو کے سلینگ اور غیر رسمی الفاظ اور تراکیب و محاورات پر مبنی اُردو کی پہلی لغت ترتیب دی، جسے ۲۰۰۶ء میں فضلی سنز، کراچی نے شائع کیا۔ اُس وقت وہ اُردو لغت بورڈ، کراچی کے مدیر اعلیٰ تھے۔ اِس لغت کا دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۵ء میں منظر عام پر آیا، جسے اسی مکتبہ نے شائع کیا۔ دوسرے ایڈیشن میں الفاظ کی وضاحت کے ضمن میں مزید مثالیں پیش کی گئیں ہیں۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے اِس لغت کو بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ مقدمہ پر مشتمل ہے، جو ''سلینگ اور اُردو سلینگ'' کے عنوان سے ہے، جس میں سلینگ کیا ہے؟، سلینگ کی ابتدا اور ارتقا، سلینگ، کینٹ اور جارگن، سلینگ کیسے اور کیوں بنتا ہے؟، سلینگ کا سفر، سلینگ اور معاشرہ، اور اُردو سلینگ جیسے مباحث شامل ہیں۔ دوسرا حصہ لغت پر مشتمل ہے اور تیسرے حصے میں اسناد کی فہرست پیش کر دی گئی ہے۔ رؤف پاریکھ نے مندرجہ ذیل چھ خطوط، جن کی تفصیل اُنھوں نے اپنی کتاب کے پیش لفظ میں بیان کر دی ہے، پر اِس لغت کو ترتیب دیا ہے:

۱۔ ہائیہ آوازوں کو علیحدہ حروفِ تہجی مان کر اُن سے شروع ہونے والے الفاظ کی الگ تقطیع قائم کی گئی ہے۔
۲۔ تراکیب کے اندراج کے وقت ترکیبِ تام سے قبل جزوِ اول یا ترکیبِ ناقص کو پہلے درج کیا گیا ہے اور پھر بہ اعتبار حروفِ تہجی دیگر اجزا کے ساتھ ترکیبِ تام تحریر کی گئی ہے۔
۳۔ کسی لغت کے ایک سے زیادہ معنی ہونے کی صورت میں اُن کی وضاحت نمبر وار کی گئی ہے۔

۴۔ معنی بیان کرتے وقت تشریح کے ساتھ مترادفات بھی دیے گئے ہیں۔

۵۔ اندراج کے آخر میں، جہاں کہیں ممکن تھا، لفظ کی اصل یا لسانی ماخذ کی وضاحت کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

۶۔ جن الفاظ کے استعمال کی تحریری اسناد دست یاب ہوسکیں، اُنھیں لفظ کی تشریح کے بعد مصنف اور کتاب کے نام کے ساتھ ستارے کے نشان (☆) کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔[۱]

اولین اُردو سلینگ لغت ترتیب دیتے وقت رؤف پاریکھ نے دو باتوں کا خاص خیال رکھا ہے۔ ایک تو یہ کہ اِس لغت میں زیادہ تر ایسے الفاظ شامل کیے گئے ہیں، جن کا استعمال عموماً وسیع حلقوں میں ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ ایسا کرتے ہوئے اُنھوں نے فحش مواد کو بہت زیادہ حد تک نظر انداز کیا ہے۔ حالاں کہ سلینگ کا بہت سا حصہ فحش مواد پر مبنی ہوتا ہے، مگر سلینگ پر مشتمل مکمل مواد فحش، عامیانہ، سوقیانہ اور غیر ثقہ نہیں ہوتا۔ سلینگ ہر معاشرے کا اپنا مخصوص ہوتا ہے، جو نہ صرف ایک معاشرے سے دوسرے معاشرے کا مختلف ہوتا ہے، بلکہ ایک معاشرے کے اندر رہتے ہوئے بھی مختلف سماجی گروہوں یا طبقات کا ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ اُنھوں نے سلینگ کی تین خصوصیات بیان کی ہیں، جن میں پہلی عام بول چال اور بے تکلفی کی زبان، دوسری غیر رسمی زبان اور تیسری نئی بات کہنا یا پرانی بات کو نئے انداز سے کہنا شامل ہیں۔ وہ سلینگ کو ایسی سماجی تنقید قرار دیتے ہیں، جس میں بغاوت اور سماجی اقدار سے منحرف ہونا بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ کسی زبان کا سلینگ پر مشتمل الفاظ و تراکیب کا ذخیرہ بنیادی طور پر زبان کی تقریری حالت سے تعلق رکھتا ہے، جس میں قواعد کی تبدیلیاں بھی شامل ہوتی ہیں۔

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق سلینگ کچھ یوں ہے:

> ''سلینگ زبان کا وہ حصہ ہے، جو ایسے الفاظ و تراکیب پر مشتمل ہوتا ہے، جو نہایت غیر رسمی ہوتے ہیں، جن کا تعلق زبان کی تحریری حالت سے زیادہ تقریری حالت سے ہوتا ہے اور وہ عوام کے مخصوص گروہ اور صورت حال تک محدود ہوتے ہیں۔''[۲]

ڈاکٹر رؤف پاریکھ سلینگ کے مفہوم کو اِن الفاظ میں واضح کرتے ہیں:

> ''سلینگ کی اصطلاح اُن غیر رسمی (لیکن اظہار اور ابلاغ سے بھرپور) الفاظ و محاورات کے لیے استعمال کی جاتی ہے، جو زبان کے معیاری، مستند اور ٹکسالی ذخیرہ الفاظ کا حصہ نہیں سمجھے جاتے لیکن عام بول چال میں بے تکلفی سے استعمال کر لیے جاتے ہیں، مگر سلینگ کے پورے کے پورے ذخیرے کو عامیانہ، سوقیانہ، ناشائستہ، متبذل اور غیر ثقہ قرار دے دینا انصاف سے بعید ہے۔ اور پھر سلینگ صرف نئے لفظوں ہی کا نہیں بلکہ پرانے الفاظ کو نئے مفہوم میں استعمال کرنے کا نام بھی ہے۔''[۳]

سلینگ کے مفہوم کو رؤف پاریکھ نے جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ سلینگ کسی زبان کی ابتدائی بولی کی غیر رسمی قسم تصور کی جاتی ہے، جس کے لیے کینٹ اور جارگن جیسے الفاظ بھی استعمال کیے جاتے رہے ہیں۔ اِسے عام طور پر مستند اور معیاری زبان میں شمار نہیں کیا جاتا، مگر بسا اوقات یہ ارتقائی منازل عبور کرتے ہوئے معیاری زبان کا درجہ بھی اختیار کر لیتا ہے اور تب پھر یہ سلینگ کے غیر معیاری درجے سے اوپر اٹھ کر معیاری زبان میں شامل ہو جاتا ہے۔ سلینگ چوں کہ ایک مخصوص زبان ہے، لہٰذا یہ ہر کمیونٹی کے دائرہ میں اپنی مخصوص پہچان رکھتا ہے، یعنی ہر کمیونٹی کا اپنا مخصوص سلینگ ہوتا ہے۔ سلینگ دنیا کی بیش تر قدیم و جدید زبانوں بشمول سنسکرت، لاطینی، فرانسیسی، ہسپانوی، اطالوی، جرمنی اور انگریزی میں بھی اپنا وجود رکھتا ہے۔ رؤف پاریکھ کے نزدیک دراصل سلینگ بے تکلفی کی زبان ہے۔ یہ جذبات اور احساسات کا عوامی انداز میں اظہار ہے، بلکہ یہ عوامی شاعری ہے اور عوامی کا عامیانہ ہونا ضروری نہیں۔ [۴] اُردو میں سلینگ کے حوالے سے کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک اُردو میں سلینگ لغت پر کوئی نمایاں کام سامنے نہیں آیا۔ اِس ضمن میں ڈاکٹر رؤف پاریکھ کا کام نمایاں حیثیت کا حامل ہے، جسے ڈاکٹر فرمان فتح پوری (۱۹۲۶ء۔ ۲۰۱۳ء) نے ''اُردو میں سلینگ کی لغت کا نقشِ اول'' [۵] قرار دیا ہے۔ اُنھوں نے نہ صرف سلینگ اور اُردو سلینگ پر ایک مبسوط مقدمہ تحریر کیا ہے، بلکہ اُردو کی اولین سلینگ لغت ترتیب دے کر اُردو لغت کے میدان میں نمایاں کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اِس لغت کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ رؤف پاریکھ نے اُردو کے سلینگ الفاظ کی اسناد بہترین انداز سے پیش کی ہیں اور اِس ضمن میں اُنھوں نے اُردو کے نام ور ادیب، شاعر اور اہلِ قلم کی تحریروں سے استفادہ کیا ہے۔

''اُردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث'' کے عنوان سے ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی مرتب کردہ کتاب ۲۰۱۰ء میں منظرِ عام پر آئی، جسے مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد نے شائع کیا۔ اِس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۷ء میں فضلی سنز، کراچی نے شائع کیا۔ رؤف پاریکھ نے اپنی اِس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ تاریخ وتعارف کے نام سے ہے، جس میں تئیس مضامین و مقالات شامل ہیں۔ فرہنگ حامدیہ، فرہنگ آصفیہ، رسالہ گل کرسٹ سے قدیم تر لغات، اُردو زبان کے لغات، اُردو لغات اور لغت نویسی، لغت عربی و ہندی، اُردو کا دوسرا قدیم لغت نگار، چند قدیم لغات، لغات گجری، اُردو کی قدیم ترین لغت، دکنی کی اولین لغت، سرسید کی مجوزہ اُردو لغت، فارسی و اُردو کی ایک قدیم لغت ''کثیر الفوائد''، اُردو لغت نگاری میں مستشرقین کا حصہ، اُردو لغت نویسی اور اہلِ انگلستان، اُردو کی دولسانی لغات کا جائزہ، نفائس اللغات، اور اُردو کی ابتدائی لغت نویسی اور نصاب نامے، جیسے موضوعات کا احاطہ کرتے ہوئے اُردو لغت نویسی کی تاریخ اور تعارف پر جامع انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرا حصہ اُصول و مسائل کے عنوان سے ہے، جس میں چھ مضامین و مقالات شامل ہیں۔ اُردو لغت نویسی کے بعض مسائل، اُردو لغت نگاری کے مسائل، اطرافِ لغت، لغت نویسی، لغت نگاری، اور معیاری اُردو لغت: ایک خاکہ جیسے موضوعات کا احاطہ اِس خوب صورتی سے کیا گیا ہے کہ اُردو لغت نویسی کے اُصول و مسائل پر خاطر خواہ تبصرہ و تجزیہ پیش کیا گیا

ہے۔ تیسرا حصہ تنقیدی مباحث کے عنوان سے ہے، جس میں بارہ مضامین و مقالات شامل ہیں۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کی عجیب لغت نگاری، فرہنگ آصفیہ، امیر اللغات اور نور اللغات، نور اللغات کی خامیاں، نور اللغات اور نیاز فتح پوری، نور اللغات اور فرہنگ اثر، اغلاط اللغات، ترقیِ اُردو بورڈ کا لغت، اُردو لغات اور لغت نگاری، فرہنگِ تلفظ کا تنقیدی جائزہ، اُردو لغت (تاریخی اصول پر): چند معروضات، اور اُردو لغات کا تنقیدی جائزہ، جیسے تنقیدی مباحث کا اِس حصے میں احاطہ کیا گیا ہے۔ اُردو لغت نویسی کی تاریخ، اصول و مسائل اور مباحث کو ایک کتاب میں یک جا کرنا رؤف پاریکھ کا نمایاں کارنامہ ہے۔

''پاکستان اور ہندوستان میں اُردو تحقیق و تدوین کا تاریخی و تنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے رؤف پاریکھ کی مرتبہ کتاب ۲۰۱۳ء میں سامنے آئی، جسے ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی نے شائع کیا۔ یہ کتاب مختلف اہلِ قلم کے گیارہ مضامین و مقالات پر مشتمل ہے، جس کے نمایاں مباحث میں اُردو کی ادبی تحقیق آزادی سے پہلے، بیسویں صدی میں اُردو تحقیق (ہندوستان میں)، ہندوستان میں اُردو تحقیق اور تدوین کا کام (۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ء تک)، اُردو میں تحقیق و تدوین (۱۹۶۰ء تا ۱۹۸۰ء)، ہندوستان میں اُردو تحقیق (رفتار و معیار)، پاکستانی یونی ورسٹیوں میں اُردو تحقیق کے ۴۰ سال (۱۹۴۷ء تا ۱۹۸۸ء، رفتار اور معیار)، پاکستان میں ادبی تحقیق: کچھ ماضی کچھ حال، آزادی کے بعد اُردو تحقیق کی رفتار اور سمت، تحقیق کے جدید رجحانات، اُردو تحقیق کی جائزہ نگاری، اور اُردو میں تحقیقی اُصول سے متعلق سرمایہ شامل ہیں۔ اُردو میں تحقیق و تدوین کی تاریخ اور معیار کے ضمن میں بہت سا کام ہو چکا ہے، جو مختلف رسائل و جرائد میں بکھر پڑا ہے۔ اِسی حوالے سے کچھ اہم مقالات کو کتابی شکل میں ترتیب دے کر رؤف پاریکھ نے اُردو تحقیق و تدوین کے طالب علموں کے لیے نمایاں کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

''اُردو میں لسانی تحقیق و تدوین گزشتہ چند عشروں میں'' کے نام سے ڈاکٹر رؤف پاریکھ کے مقالہ پر مشتمل کتاب ۲۰۱۳ء میں اکادمی بازیافت، کراچی نے شائع کی۔ مذکورہ مقالے کا نامکمل حصہ کتابی سلسلہ ''اسالیب''، کراچی کے شمارہ ۴، جولائی ۲۰۱۱ء تا دسمبر ۲۰۱۲ء میں ''اکیسویں صدی میں اُردو زبان و ادب'' کے نام سے شائع ہوا، جسے بعد میں ضروری اضافوں اور ترامیم کے ساتھ مکمل شکل میں جون ۲۰۱۳ء میں کتابی صورت میں پیش کیا گیا۔ اِس کتاب کو رؤف پاریکھ نے بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے اور دونوں کا تعلق اکیسویں صدی میں اُردو زبان کی صورت حال اور تقاضوں سے ہے۔ پہلا حصہ زبان کے عمومی استعمال اور اِس کے معیار سے متعلقہ ہے، جس کے مباحث میں ٹکنالوجی کا استعمال اور اُردو، زبان کا گرتا ہوا معیار اور ذرائع ابلاغ، اُردو ہندی تنازع اور ہندوستانی کا شگوفہ، اُردو ذریعہ تعلیم اور اُردو بحیثیت سرکاری زبان شامل ہیں۔ دوسرے حصہ میں اُردو زبان سے متعلق تحقیقی، تنقیدی اور تدوینی کاوشوں کو بحث کا موضوع بنایا گیا ہے، جس میں قواعد، لغت نویسی، لسانیات، اُردو زبان کے آغاز کے نظریات، معیار اور صحتِ زبان، تحقیقِ الفاظ، اُردو املا اور رسم الخط، ہندی اُردو تنازع، بھارت میں اُردو، بیان و بدیع و عروض و تلمیحات، اُردو اصطلاحات، اُردو کی تدریس اور اُردو بطور ذریعہ تعلیم اور لسانی جائزے شامل ہیں۔ حواشی و حوالہ جات کا اہتمام اِس کتاب میں نہیں کیا گیا، مگر کتاب کے آخر میں فہرستِ اسناد پیش کر دی گئی ہے۔

لغت نویسی کے اہم مباحث میں لغات اور فرہنگیں، مترادفات کی لغات، دولسانی لغات، کثیر لسانی لغات، اصطلاحات کی فرہنگیں، ادبی متون کی فرہنگیں، ادبی اصطلاحات کی فرہنگیں، لغاتِ معکوس، خواتین کی لغات، اُردو کے علاقائی روپ کی لغات، عوامی الفاظ و محاورات کی لغات، خصوصی لغات، لفظیات، ضرب الامثال اور محاورات کی لغات اور فرہنگیں، تذکیر و تانیث کی لغات اور لغت نویسی پر تحقیقی و تنقیدی کام شامل ہیں۔ لسانیات کے ذیل میں اُردو میں لسانی مباحث، پاکستان اور بھارت میں لسانیاتی اور صوتیاتی تحقیق، پاکستانی زبانوں سے اُردو کا ربطِ باہم، بیرونی ممالک میں اُردو کا فروغ، قومی زبان، اِس کا نفاذ اور قومیت، قدیم اُردو اور مختلف رسائل میں لسانی مباحث شامل ہیں۔ اُردو زبان کے آغاز کے نظریات کے تناظر میں لشکری زبان، دکن، سندھ، پنجاب اور دہلی میں اُردو، ملتان میں اُردو، برج بھاشا، پالی، پراکرت اور کھڑی بولی، خالد حسن قادری کا نظریہ، انصار اللہ، خاطر غزنوی اور عین الحق فرید کوٹی کے نظریات اور دیگر نظریات، جیسے مباحث شاملِ گفتگو ہیں۔

اکیسویں صدی میں اطلاعیات یا اطلاعیاتی تکنالوجی نے خاطر خواہ ترقی کی ہے، جس سے مواد کو ترتیب دینا، اِسے محفوظ بنانا اور اِس محفوظ شدہ مواد کو ضرورت پڑنے پر دوبارہ استعمال کرنا بہت آسان ہو گیا ہے۔ پھر کمپیوٹر کے استعمال نے تو اِس تکنالوجی کو مزید وسعت بخشی ہے، جس سے زبان نے بھی ثمرات حاصل کیے ہیں۔ زبانیں مختلف سطح پر ایک دوسرے سے الفاظ کا تبادلہ تو کرتی ہیں، مگر ایک زبان کے الفاظ کا کسی دوسری زبان میں بے جا استعمال عجیب وغریب صورت حال پیدا کرتا ہے۔ انگریزی زبان بین الاقوامی زبان کا روپ دھار چکی ہے اور اِس کی اہمیت سے کسی کو انکار بھی نہیں، مگر جب انگریزی الفاظ کا کسی دوسری زبان میں بے جا استعمال ہو گا تو اِس بات پر اعتراض کرنا بالکل جائز تصور کیا جائے گا۔ رؤف پاریکھ بھی اِس ضمن میں اِسی رائے کے قائل ہیں کہ انگریزی زبان کی دوسری زبانوں میں غیر ضروری آمیزش، مداخلت اور اِس کا بے جا استعمال متعلقہ حساس اہلِ زبان کے لیے ناگوار ہے۔ رؤف پاریکھ کی اِس رائے سے مکمل طور پر اتفاق کیا جا سکتا ہے کیوں کہ انگریزی زبان کو دیگر زبانوں سے برتر خیال کرتے ہوئے دیگر زبانوں میں اِس کا بے جا استعمال، سوائے حماقت کے اور کچھ نہیں۔ اِس بات کا دوسرا پہلو رومن رسم الخط کے استعمال کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ دنیا کی ہر ترقی یافتہ زبان اپنا مخصوص رسم الخط رکھتی ہے، جو اُس زبان کی پہچان میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ موبائل فون کی ایجاد کے ساتھ ہی ہمارے ہاں رومن رسم الخط کا استعمال پیغامات کی ترسیل کے لیے جا بجا دکھائی پڑتا ہے۔ آج کے دور میں اُردو زبان نے بھی کمپیوٹر اور اطلاعیات کے میدان میں خاصی ترقی کی ہے، کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور موبائل فون پر استعمال ہونے والے اُردو پروگرام (سوفٹ ویئرز) کی مارکیٹ میں بھر مار ہے اور آسانی سے دست یاب بھی ہیں، جن کی مدد سے باسہولت اُردو رسم الخط کو استعمال کیا جا سکتا ہے، مگر پھر بھی رومن رسم الخط کا استعمال سمجھ سے بالاتر ہے۔ رؤف پاریکھ اِس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''اشتہارات، چاہے وہ برقیاتی ذرائع ابلاغ کے ہوں یا مطبوعہ ذرائع ابلاغ کے، اُردو میں انگریزی کی بے جا ملاوٹ کے ساتھ ساتھ رومن اُردو لکھنے کی احمقانہ روش کو بھی

فروغ دے رہے ہیں۔افسوس کہ ہم میں سے اکثر اِس صورت حال کی ہولناکی کا ادراک نہیں رکھتے، جو کسی زبان کے رسم الخط کے فنا ہونے کی صورت میں پیش آتی ہے۔تحریر کے لیے اپنی زبان کے رسم الخط کو چھوڑ کر کوئی اور رسم الخط استعمال کرنا ایک طرح سے اپنی زبان کو روح سے محروم کرنے کے مترادف ہے، کیوں کہ رسم الخط ہی اصل میں زبان ہوتا ہے۔ اندیشہ یہ ہے کہ ہماری سہل نگاری اُردو کے وجود ہی کو خطرے میں نہ ڈال دے۔گو اُردو میں ایس ایم ایس بھیجنا اور اُردو میں برقی ڈاک بھیجنا بہت پہلے ممکن ہو گیا تھا اور اکیسویں صدی کے آغاز ہی میں یہ سہولت موجود تھی لیکن اسے تساہل کہیے یا آقاؤں کی زبان کا رعب کہ یہ کام بیش تر رومن اُردو ہی میں انجام پاتے ہیں۔''(۶)

''لغوی مباحث'' کے نام سے رؤف پاریکھ کے نومضامین ومقالات پر مشتمل کتاب ۲۰۱۵ء میں مجلس ترقی ادب لاہور نے شائع کی۔ کتاب کے نمایاں مباحث میں اُردو لغت نویسی: تاریخ، محرکات اور رجحانات، اُردو کی ابتدائی لغت نویسی اور نصاب نامے، امیر مینائی کی لغت نویسی اور اُصولِ لغت نویسی، امیر اللغات سے متعلق دو نادر خط، فیلن کی اُردو، انگریزی لغت اور اُس کے چند دل چسپ اندراجات و اسناد، قرار اللغات: امیر اللغات کا تکملہ؟ لغاتِ سعیدی اور اُس کی چند تلمیحات و استعارات، اُردو لغت (تاریخی اُصول پر): تعبیر و تاریخ، لغت نویسی میں کورپس، کورپس لسانیات، وصفیت اور تجربیت کا کردار شامل ہیں۔ رؤف پاریکھ نے اِن مضامین و مقالات میں لغت نویسی کے عمومی مباحث کے علاوہ چند مخصوص لغات کا تنقیدی جائزہ بھی نہایت محققانہ انداز سے پیش کیا ہے۔ اُنھوں نے اُردو لغت نویسی کی تاریخ، اُصول، ادوار، محرکات اور رجحانات کو اکیسویں صدی کے جدید لغوی مباحث کی روشنی میں نمایاں کیا ہے۔

''اُردو لغت نویسی: تاریخ، محرکات اور رجحانات'' کے ضمن میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے اُنھوں نے اُردو لغت نویسی کے پانچ ادوار بیان کیے ہیں۔اُردو لغت نویسی کی تاریخ کو اُنھوں نے اِنھی ادوار کے دوران پائے جانے والے محرکات اور مخصوص رجحانات کی موجودگی میں اہم لغات کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ پہلے دور کو اُنھوں نے ''اُردو لغت نویسی کے ابتدائی نقوش'' کے نام سے درج کیا ہے، جس میں عربی اور فارسی زبانوں کا زور دکھائی دیتا ہے۔ اُس دور کی تالیفات میں اُردو کے الفاظ ملتے ہیں جو کہ اُس وقت ابھی اپنی تشکیل کے مراحل سے گزر رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو لغت نویسی کے یہ آثار ابھی پختگی کے درجہ کو نہیں پہنچے تھے۔ رؤف پاریکھ کے نزدیک اِن بے قاعدہ نقوش میں کچھ باقاعدگی آٹھویں صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری (یعنی لگ بھگ چودھویں صدی عیسویں سے سولھویں صدی عیسویں) کے عرصے میں آئی، جب برِعظیم پاک و ہند میں کئی فارسی لغات لکھی گئیں۔(۷) اُس دور کی لغات میں اُردو مترادفات کا کہیں کہیں تذکرہ اِس بات پر دلالت کرتا ہے

کہ وہ لغت نگار اُردو زبان سے کسی قدر واقفیت رکھتے تھے۔ اُن لغات میں فرہنگ نامہ، فرہنگ قواس، دستور الافاضل، ادات الفضلا، بحر الفضائل فی منافع الافاضل، زفان گویا، اشرف نامہ احمد منیری، مفتاح الفضلا، تحفۃ السعادت، موید الفضلا، قنیتہ الطالبین، موائد الفوائد، فرہنگ شیخ عاشق زادہ، فوائد الفضلا، لسان الشعرا، طب حقائق الاشیاء، فرہنگ شیر خانی کے علاوہ اِسی قبیل کی دیگر تالیفات بھی ملتی ہیں۔ [۸] دوسرا دور ''منظوم لغات'' کے حوالے سے رقم کیا گیا ہے، جس میں وہ مختصر لغات شامل ہیں، جو نصابی حوالے سے مرتب کی گئیں۔ اِس دور میں بھی فارسی کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے اور یہ دور عہدِ جہانگیری سے شروع ہوتا ہے۔ اِن منظوم لغات میں اُردو الفاظ کے سامنے فارسی اور عربی مترادفات درج کیے گئے ہیں۔ عموماً اِن لغات میں اشعار کی تعداد دوسو کے لگ بھگ ہوتی تھی۔ ایسی منظوم لغات نصاب نامہ کہلاتی ہے۔ [۹] جن کی مدد سے طلبا کو اُردو کے ذریعے فارسی اور عربی الفاظ کی تعلیم و تربیت دینا مقصود ہوتا تھا۔ رؤف پاریکھ کے نزدیک حکیم یوسفی کا ''قصیدہ درلغات ہندی'' پہلا نصاب نامہ سمجھا جاتا ہے۔ [۱۰] اِس کے علاوہ خالق باری، لغات گجراتی، گنج نامہ، خوان یغما، رازق باری اور قادر باری شامل ہیں۔ [۱۱] تیسرا دور ''اُردو بہ فارسی لغات'' کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔ اِس دور کی نمایاں خصوصیت میں فارسی زبان کا عنصر نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ اِن لغات میں اُردو الفاظ کے سامنے فارسی مترادفات درج کیے گئے ہیں اور اِن کی تشریح بھی فارسی زبان میں ہی کی گئی ہے۔ یہ دور عہدِ عالمگیری سے شروع ہوتا ہے، جس کی پہلی لغت ''غرائب اللغات'' (مرتبہ عبدالواسع ہانسوی) ہے، جسے اُردو کی پہلی لغت کہا جاتا ہے۔ [۱۲] اِسی لغت کو سراج الدین آرزو نے ''نوادرالالفاظ'' کے نام سے ترتیب دیا۔ حالاں کہ اِسے اُردو کی لغت قرار دیا گیا ہے، مگر اِس لغت میں بھی اُردو الفاظ کی تشریح فارسی زبان میں ہی کی گئی ہے۔ مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر سید عبداللہ دونوں نے ''غرائب اللغات'' کو اُردو کی پہلی باقاعدہ لغت قرار دیا ہے۔ اِس سلسلہ کی دوسری لغت ''کمالِ عترت'' (مرتبہ میر محمدی عترت) ہے۔ اِس لغت میں بھی اُردو الفاظ کی وضاحت بہ زبان فارسی کی گئی ہے، جس کی اکثریت ''غرائب اللغات'' سے ماخوذ ہے اور اِس میں پنجابی الفاظ بھی شامل ہیں۔ اِس دور کی دیگر لغات میں ''شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان'' (مرتبہ مرزا جان طپش دہلوی)، ''دلیل ساطع'' (مرتبہ مولوی محمد مہدی واصف)، ''نفائس اللغات'' (مرتبہ اوحد الدین بلگرامی)، ''نفس اللغۃ'' (مرتبہ میر علی اوسط رشک) اور ''منتخب النفائس'' (مرتبہ محبوب علی رام پوری) شامل ہیں۔ چوتھا دور ''اُردو بہ انگریزی لغات'' کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ اٹھارھویں صدی میں اِس سلسلہ کے اثرات نظر آتے ہیں۔ فورٹ ولیم کالج کے قیام سے قبل ہی یہ معاملہ شروع ہو چکا تھا۔ جان گل کرسٹ کی مرتب کردہ لغت ''انگلش ہندوستانی ڈکشنری''، اِس ضمن میں اولین حیثیت کی حامل ہے، جو ۱۷۹۰ء میں مکمل ہوئی۔ جان شیکسپیر کی مرتب کردہ لغت ''اے ڈکشنری، ہندوستانی انگلش''، بنیادی اہمیت کی حامل ہے، جو ۱۸۱۷ء میں پہلی دفعہ منظر عام پر آئی۔

اِس ضمن میں ڈاکٹر رؤف پاریکھ رقم طراز ہیں:

''اُس کے بعد تو گویا اُردو بہ انگریزی اور انگریزی بہ اُردو لغات کا تانتا بندھ گیا۔ دیگر

لغات جواُس کے بعد انگریزوں نے لکھیں، اُن میں ڈنکن فاربس کی اے ڈکشنری، ہندوستانی انگلش(۱۸۴۸ء)، ایس ڈبلیو فیلن کی اے نیو ہندوستانی انگلش ڈکشنری(۱۸۷۹ء) اور جان ٹی پلیٹس کی اے ڈکشنری اوف اُردو کلاسیکل ہندی اینڈ انگلش(۱۸۸۴ء) بہت اہم ہیں۔‘‘ (۱۳)

پانچواں دور’’اُردو بہ اُردو لغات‘‘ کے حوالے سے درج کیا گیا ہے۔ انیسویں صدی کے نصف سے کچھ برس پہلے اُردو بہ اُردو لغات کا رجحان سامنے آیا۔ اُردو کی لسانی اور تہذیبی و ثقافتی اہمیت اُس دور میں اِس قدر نمایاں ہو چکی تھی کہ کئی نام ور شخصیات نے اُردو لغت نویسی کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا، جن میں امام بخش صہبائی کا نام اولین حیثیت کا حامل ہے۔ اُنھوں نے فارسی کا ماہر ہونے کے باوجود اُردو صرف ونحو پر بہ زبانِ اُردو کتاب تحریر کی جو ۱۸۴۹ء میں شائع ہوئی، جس میں اُردو محاورات بھی دیے گئے ہیں۔ اُردو محاورات کے اندراج کے باعث اِس کتاب کو اُردو لغت نویسی کے ضمن میں اہمیت تو حاصل ہے، مگر یہ کوئی باقاعدہ لغت کی کتاب نہیں ہے۔ مولوی عبدالحق کے نزدیک یہ اگرچہ لغت تو نہیں کہلا سکتے، لیکن لغت نویسی میں ممدو معاون ضرور ہیں۔ (۱۴) اُس دور کی نمایاں اُردو لغات میں سید احمد دہلوی کی’’فرہنگِ آصفیہ‘‘ پہلی اور دوسری جلد (۱۸۸۸ء)، تیسری جلد (۱۸۹۸ء)، چوتھی جلد (۱۹۰۱ء)، امیر مینائی کی’’امیر اللغات‘‘ جلد اول (۱۸۹۱ء) اور’’امیر اللغات‘‘ جلد دوم (۱۸۹۲ء) شامل ہیں۔ اُس دور کی دیگر اُردو لغات میں رؤف پاریکھ نے سید محمد دہلوی کی’’مفتاح اللغات‘‘ (۱۸۵۱ء)، سورج مل کی’’ہندوستانی لغات‘‘ (۱۸۷۴ء)، جلال لکھنوی کی’’گنجینہ زبان اُردو‘‘ (۱۸۸۱ء) اور’’سرمایہ زبان اُردو‘‘ (۱۸۸۶ء)، چرنجی لال کی’’مخزن المحاورات‘‘ (۱۸۸۶ء)، مچھو بیگ عاشق لکھنوی کی’’بہار ہند‘‘ (۱۸۸۸ء) اور اشرف علی لکھنوی کی’’مصطلحات اُردو‘‘ (۱۸۹۰ء) کا ذکر کیا ہے۔ (۱۵) اہلِ اُردو نے اُردو کی جو لغات مرتب کی ہیں، اُن میں عوامی، مقامی اور علاقائی الفاظ و محاورات پر مشتمل زبان کو نظر انداز کیا گیا ہے، مگر اُردو کی جو لغات انگریزوں نے مرتب کی ہیں، اُن میں یہ رجحان نمایاں پایا جاتا ہے۔ ادبی زبان کو نسبتاً زیادہ اہمیت اُردو والوں نے دی جب کہ عوامی زبان کو نسبتاً زیادہ اہمیت انگریزوں نے دی۔

’’اُردو کی ابتدائی لغت نویسی اور نصاب نامے‘‘ کے تناظر میں بات کرتے ہوئے رؤف پاریکھ نے اکثر باتوں کو دہرایا ہے۔ دہرائی گئی اِن باتوں کے علاوہ اپنے اِس مقالے کے ذریعے اُنھوں نے اُردو لغت نویسی کے ابتدائی دور میں مرتب کی گئی ایسی دو لسانی، کثیر لسانی اور منظوم لغات کا جائزہ پیش کیا ہے، جو تدریسی مقاصد کے لیے تحریر کی گئیں۔ ایسی لغات کا تجزیہ کرنے کے علاوہ اُن کے اثرات کا بھی جائزہ پیش کیا گیا ہے، جو اُنھوں نے بعد میں آنے والے ادوار میں اُردو لغت نویسی پر مرتب کیے۔ اِس مقالے کو اُنھوں نے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں لغت نویسی کے محرکات بیان کیے گئے ہیں، جس میں اُنھوں نے لغت نویسی کی ضرورت و اہمیت کے پیشِ نظر اُس کی دو عمومی صورتوں کو واضح کیا ہے۔ پہلی صورت

دو مختلف زبانوں کے سماجی، سیاسی، تجارتی، مذہبی اور تہذیبی و ثقافتی رابطوں کی شکل میں سامنے آتی ہے، جس کی بنا پر الفاظ اور اُن کے معنی و مفاہیم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور نتیجہ میں لغت مرتب کی جاتی ہے۔ دوسری صورت کسی قوم کے ادبی ارتقا کی شکل میں واضح ہوتی ہے، جس کا تعلق اُس قوم کی زبان کے ارتقا کے ساتھ ناگزیر ہوتا ہے۔ اِس ضمن میں قدیم سرمائے کو موجودہ ادبی سرمائے کے تناظر میں سمجھنے کے لیے لغت مرتب کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ دنیا میں لغت نویسی کا آغاز بنیادی طور پر انھی دو محرکات کی وجہ سے سامنے آیا۔ یونانی، سنسکرت، عربی، انگریزی اور فارسی وغیرہ جیسی بڑی زبانوں کے تناظر میں بھی یہی دو بنیادی محرکات پیشِ نظر رہے۔ دوسرے حصے میں اُردو لغت نویسی کے ابتدائی نقوش پر فارسی لغات میں اُردو الفاظ کے تناظر میں بحث کی گئی ہے، جو اُردو میں باقاعدہ لغت نویسی سے بہت پہلے کی بات ہے۔ یہ وہ دور تھا، جب فارسی تصنیفات میں مقامی زبانوں کے الفاظ شامل ہونا شروع ہوئے۔ یہ عرصہ آٹھویں صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک محیط رہا، جس میں فارسی لغات مرتب کی گئیں۔ اِس کا آغاز علاؤالدین خلجی کے عہد سے ''فرہنگ نامہ'' (مرتبہ مولانا فخرالدین مبارک شاہ غزنوی) کی شکل میں ہوا، جو ''فخر نامہ قواس'' اور ''فرہنگِ قواس'' کے نام سے بھی معروف ہے۔ (۱۶) مترادفات کی مدد سے لغات کا یہ سلسلہ بخوبی ترتیب دیا جانے لگا، جس میں اُردو الفاظ کی تشریح فارسی زبان میں دی جاتی تھی اور اُردو مترادف الفاظ بھی ساتھ ساتھ درج کیے جانے لگے۔ مترادفات کا یہ سلسلہ ''فرہنگ قواس'' سے ''فرہنگ نظام'' تک جاری رہا۔ (۱۷) تیسرا حصہ نصاب ناموں پر مشتمل ہے، جس میں منظوم لغات شامل ہیں۔ چوتھا حصہ اُردو لغت نویسی کے باقاعدہ آغاز سے متعلق ہے، جو ''غرائب اللغات'' سے شروع ہوتا ہے۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ اُردو لغت نویسی پر نصاب ناموں کے اثرات کے تناظر میں خیال ظاہر کرتے ہیں کہ اُردو لغت نویسی میں فارسی لغت کے دونوں عیوب سامنے آتے ہیں۔ ایک تو الفاظ کو واضح کرنے کی بجائے محض اُن کے مترادفات لکھنے تک لغات کو محدود کر دیا گیا ہے اور دوسرا نقل در نقل کرنے کا رجحان اِس قدر نمایاں ہے کہ جو لفظ جس طرح سے رواج پا گیا، اُسے لغات میں ویسے کا ویسا ہی درج کر دیا گیا اور یہ دونوں معاملات غور طلب ہیں۔

''امیر مینائی کی لغت نویسی اور اُصولِ لغت نویسی'' کے عنوان سے تحریر کیے گئے اپنے مقالہ میں ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے ''امیراللغات'' (مرتبہ امیر احمد مینائی) کے تناظر میں امیر مینائی کی دیگر غیر مطبوعہ فرہنگوں اور لغات کا بھی مختصراً تذکرہ کیا ہے۔ غیر مطبوعہ فرہنگ، لغت اور مسودوں کی فہرست میں بہارِ ہند، سرمہ بصیرت، معیارالاغلاط، محاورات و مصادر، فرہنگِ محاورات اُردو، لغاتِ اُردو کی فارسی شرح، اسنادِ اشعار، سند کے اشعار، اسناد، نمونہ لغت اُردو، گنجینہ قوافی، جانِ تاریخ اور رسالہ بحثِ اعدادِ حروفِ تہجی شامل ہیں۔ کریم الدین احمد کے مطابق ''امیر اللغات'' کی مرتب شدہ جلدیں امیر مینائی اپنے ساتھ دکن لے گئے تھے اور غالباً وہیں موسیٰ ندی کے سیلاب میں وہ جلدیں غرق ہوگئیں۔ اب صرف دو مطبوعہ اور ایک غیر مطبوعہ (رضا لائبریری، رام پور) باقی رہ گئی۔ پہلی جلد ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی، جو ''الف ممدودہ'' سے شروع ہونے والے الفاظ پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی، جو ''الف مقصورہ'' سے شروع ہونے والے الفاظ پر مشتمل ہے۔ (۱۸) جلد سوم غیر مطبوعہ

تھی، جس کے قلمی نسخے کو بنیاد بنا کر رؤف پاریکھ نے اِس کی تدوین کی، جسے ۲۰۱۰ء میں جامعہ پنجاب لاہور نے شائع کیا۔تیسری جلد میں''ب'' سے شروع ہونے والے الفاظ ہیں۔ اُنھوں نے''امیر اللغات'' کی آٹھ نمایاں خصوصیات بیان کی ہیں۔''اندراجات اور اُن کے نمایاں اصول'' کے تناظر میں اُن کا خیال ہے کہ اُردو لغت نویسی کے ضمن میں شاعری کو سند کی حیثیت سے نمایاں اہمیت حاصل رہی ہے اور نثر کو نظرانداز کیا جاتا رہا ہے۔لغات میں عموماً عوامی سطح پر بولے جانے والے بہت سے الفاظ کو شامل نہیں کیا جاتا، مگر امیر مینائی نے یہ کام کسی حد تک سرانجام دیا ہے۔ دوسری طرف جہاں دیگر کئی لغت نویسوں نے نظیر اکبرآبادی کو کوئی اہمیت نہیں دی، وہیں امیر نے بھی اِس معاملے میں نظیر کے حوالے سے یہی رویہ برتا ہے۔امیر مینائی کے بقول نظیر کے کلام نے ایک لفظ کا فائدہ نہیں دیا۔[۱۹] اِس حوالے سے ڈاکٹر رؤف پاریکھ لکھتے ہیں:

> ''امیر اللغات اِس لحاظ سے اِس معاملے میں بہتر ہے کہ امیر نے بول چال کی زبان کے کئی ایسے الفاظ لغت میں شامل کر لیے ہیں، جو اُس زمانے میں بعض کے نزدیک غیر فصیح ہوں گے۔ البتہ اُنھوں نے ایسے الفاظ کے اندراج کے بعد لکھ دیا ہے کہ یہ فصحا نہیں بولتے، یا یہ بازاری لوگوں کی زبان ہے یا اِسے عورتیں بولتی ہیں۔لیکن تعجب ہے کہ نظیر اکبرآبادی کے بارے میں امیر جیسا عالم فاضل اور کئی زبانوں کے ماہر کا رویہ بھی زیادہ مختلف نہیں ہے۔''[۲۰]

لغت میں''ترتیبِ اندراجات'' کے ضمن میں عمومی اُصول یہ ہے کہ مفرد الفاظ کو پہلے لکھ کر بعد میں اِن کی ذیل میں اِنھی کے مرکبات کا اندراج کیا جاتا ہے، مگر امیر مینائی نے تینوں جلدوں میں مفرد الفاظ کی ذیل میں اُن کے مرکبات کو تحتی صورت میں درج کرنے کی بجائے محض حروفِ تہجی کی ترتیب کے اعتبار سے تمام الفاظ کو درج کر دیا ہے۔''تلفظ'' کے حوالے سے اُنھوں نے کسی مخصوص طریقے کو نہیں اپنایا بلکہ کہیں اعراب، تو کہیں توضیحی طریقے سے مدد لی ہے۔ رؤف پاریکھ نے''امیر اللغات'' کی تیسری جلد کی تدوین کرتے ہوئے ایسے تمام الفاظ پر اعراب لگا دیے ہیں، جن پر امیر مینائی نے اعراب نہیں لگائے تھے اور اِس حوالے سے اُنھوں نے فرہنگ آصفیہ، پلیٹس، نوراللغات اور اُردو لغت بورڈ کی لغت اور بعض دیگر لغات کو سامنے رکھا ہے۔[۲۱] اُس دور کی لغت نویسی کی نمایاں خصوصیات میں یہ امر شامل رہا ہے کہ الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے مترادفات کا سہارا لیا جاتا تھا۔ یہ رجحان''امیر اللغات'' میں نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ رؤف پاریکھ''معنی کی وضاحت'' کے تناظر میں خیال ظاہر کرتے ہیں کہ امیر مینائی نے الفاظ کے معنی کو واضح کرنے کے لیے کہیں تو مختلف معنی ایک ساتھ ہی لکھ دیے ہیں اور کہیں اُنھیں علیحدہ علیحدہ شقوں کے تحت علیحدہ سے درج کیا ہے۔ امیر مینائی نے اپنی اِس لغت میں''اسناد'' کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔شعری اسناد کے علاوہ نثری اسناد بھی کثرت سے درج کی گئیں ہیں۔''قواعدی حیثیت'' کا اُنھوں نے خیال نہیں رکھا، الفاظ کے ضمن میں محض تذکیر و تانیث کا اندراج ہی ملتا ہے۔''لسانی ماخذ اور اشتقاق'' کے حوالے سے اُنھوں نے خاصی تحقیق

سے کام لیا ہے اور لفظ کی ماخذی زبان کا اندارج زبان کے نام کے مخفف سے کیا گیا ہے۔ رؤف پاریکھ نے ''امیر اللغات'' (جلد سوم) کی تدوین کرتے وقت جدید املا کے اصولوں کا خیال رکھتے ہوئے اسی میں اس لغت کو شائع کروایا ہے۔ امیر مینائی نے اُردو لغت نویسی کے میدان میں سائنسی انداز کو ملحوظِ خاطر رکھا اور وہ اس کے بنیاد گزار ہیں۔

ڈاکٹر سید جاوید اقبال اِس ضمن میں رقم طراز ہیں:

> ''امیر مینائی نے اُردو کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سائنٹفک انداز کی لغت نویسی کی بنیاد رکھی جو تنہا اُنھی کی کاوش تھی اور یہ کسی قسم کی نقالی بھی نہ تھی۔''(۲۲)

''امیر اللغات سے متعلق دو نادر خط'' کے تناظر میں ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے پہلا خط مولانا شبلی نعمانی کی طرف سے امیر مینائی کو تحریر کردہ (۲۳) اور دوسرا خط امیر مینائی کی جانب سے منشی محمد سجاد حسین لکھنوی (مدیر ''اودھ پنچ'') کو لکھا گیا (۲۴) کا تذکرہ کیا ہے۔ شبلی نعمانی نے امیر مینائی کو تحریر کردہ خط میں اُن سے لغت کا نمونہ حاصل کرنے کی فرمائش کی تھی جب کہ امیر مینائی نے منشی سجاد حسین کو لکھے گئے خط میں کچھ محاوروں کی تحقیق اور وضاحت طلب کی تھی۔ خط کے ساتھ ہی اُنھوں نے الفاظ و محاورات کی فہرست بھی بھیجی تھی، جن کی تحقیق و تصدیق اُنھیں مطلوب تھی۔ اِن دونوں خطوط کے حوالے سے دو باتیں نہایت واضح ہیں کہ اول تو امیر مینائی کی اپنی ہم عصر شخصیات سے وابستگی جان دار تھی اور دوم یہ کہ وہ لغت نویسی کے حوالے سے تحقیق و تدوین کے اُصولوں پر زبردست طریقہ سے کاربند تھے۔

''فیلن کی اُردو بہ انگریزی لغت اور اُس کے چند دل چسپ اندراجات و اسناد'' کے تناظر میں رؤف پاریکھ نے انگریز لغت نویس ایس ڈبلیو فیلن کی مرتب کردہ پانچ لغات کا تذکرہ کیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

(1) An English-Hindustani Law and Commercial Dictionary of words and phrases used in civil, criminal, revenue and mercantile affairs, designed especially to assist translators of law papers (۲۵)

(2) A Hindustani-English Law and Commercial Dictionary(۲۶)

(3) A Dictionary of Hindustani Proverbs, including many Marvari, Punjabi, Maggah, Bhojpuri and Tirhuti Proverbs, Sayings, Emblems, Aphorisms, Maxims and Similes(۲۷)

(4) A New English-Hindustani Dictionay(۲۸)

(5) A New Hindustani-English Dictionary(۲۹)

رؤف پاریکھ نے فیلن کی مرتب کردہ پہلی چاروں لغات کا محض سرسری سا تعارف پیش کیا ہے، جب کہ پانچویں لغت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ جامع انداز میں پیش کیا ہے، جو اُردو بہ انگریزی لغات میں نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔ یہ لغت ۱۸۷۹ء میں بنارس سے شائع ہوئی۔ اِس لغت میں بنیادی الفاظ اُردو حروف کی صورت میں درج ہیں، جب کہ تحتی اندراجات رومن میں ہیں۔ الفاظ کی تشریح البتہ انگریزی زبان میں کی گئی ہے۔ الفاظ کی ماخذ زبان کے لیے انگریزی حروف کی مدد سے

مخفف درج کیے گئے ہیں۔ فیلن کی یہ لغت بعد میں آنے والی اِس سلسلہ کی دیگر انگریز لغت نویسوں کی مرتب کردہ لغات کے لیے ممد و معاون ثابت ہوئی۔ اُن انگریز لغت نویسوں میں جان گل کرسٹ، جان شیکسپیر، ڈنکن فوربس، جان ٹی پلیٹس اور بعض دیگر لغت نویس شامل ہیں۔ (۳۰) فیلن نے امیر مینائی اور اُس دور کے دیگر اُردو لغت نویسوں کے برعکس نظیر اکبر آبادی کے کلام سے خاصا استفادہ کیا ہے۔ اُن کی عوامی شاعری میں جو زبان استعمال ہوئی ہے، اُس کے محاورات، ضرب الامثال اور عمومی بول چال کی زبان کو فیلن نے نمایاں اہمیت دی ہے۔ اسی حوالے سے وہ اپنی اِس لغت کے دیباچہ میں تحریر کرتے ہیں:

> ''یورپی معیار سے سچا ہندوستانی شاعر صرف نظیر ہے۔ مقامی لغت ساز اُسے شاعر ہی نہیں مانتے، لیکن وہ واحد شاعر ہے، جس نے لوگوں تک راہ کر لی ہے اور لوگ گلی کوچوں میں اُس کے اشعار پڑھتے اور گاتے ہیں، بالخصوص اُس کے وطن آگرہ میں۔ [عیسائی] مبلغین اُس کی شاعری سے واقف ہیں اور گلیوں میں اپنی تبلیغ کے دوران میں کبیر اور نظیر کے شعر دہراتے ہیں، جس کا نمایاں اثر ہوتا ہے۔ (۳۱)

فیلن نے اپنی لغت میں عوامی زبان سے تو استفادہ کیا، جو اُس کی خوبی ہے، مگر اُردو زبان کے عربی و فارسی اور ادبی پہلوؤں کو اُس نے نظر انداز کر دیا۔ اُردو لغت نویسی کے میدان میں ادبی اور فارسی و عربی پہلوؤں پر تو بعد میں آنے والی لغات نے بھرپور توجہ دی، مگر اُردو کی عام بول چال یا عوامی زبان کو نظر انداز کر دیا گیا۔ لغت میں عمومی بول چال کے الفاظ کو شامل نہ کرنے کی بنیادی وجہ اِنھیں غیر فصیح، غیر معیاری اور غیر اہم قرار دیا جانا ہے، جس کے پیچھے تعصّبات اور احساس برتری کے پہلو بھی کارفرما رہے ہیں۔ رؤف پاریکھ نے اپنے اِس مقالہ میں فیلن کی لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہوئے جان ٹی پلیٹس، مولوی عبدالحق، وارث سرہندی، شان الحق حقی، نذیر آزاد اور مسعود ہاشمی جیسے ماہرین کی آرا سے استفادہ کیا ہے۔ کسی بھی تخلیق کے ضمن میں خوبی یا خامی بیان کرتے وقت مکمل طور پر معروضیت برتنا ممکن نہیں ہوتا، مگر مخصوص اُصول وضوابط کی بنیاد پر اعتدال کا دامن تھامتے ہوئے محاکمہ صادر ضرور کیا جا سکتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ماہر جس پہلو کو خوبی کے طور پر نمایاں کرتا ہے، دوسرا اُسی پہلو کو خامی ثابت کر دیتا ہے۔ فیلن کی مذکورہ لغت کے تناظر میں بھی کچھ ایسا ہی سامنے آیا ہے۔ جان پلیٹس، مولوی عبدالحق، شان الحق حقی اور مسعود ہاشمی نے فیلن کی لغت میں مقامی الفاظ شامل کرنے کو خوبی بیان کیا ہے، مگر ساتھ ہی ساتھ اُنھوں نے اِس میں ادبی اور عربی و فارسی مستعمل الفاظ کے شامل نہ کرنے کو نشانہ تنقید بنایا ہے۔ دوسری طرف وارث سرہندی نے مقامی نامانوس الفاظ کو لغت میں شامل کرنے پر اعتراض ظاہر کیا ہے اور نذیر آزاد کی رائے میں فیلن کی لغت میں عربی اور فارسی الفاظ کے نظر انداز کرنے والا معاملہ مناسب نہیں ہے۔ لغت نویسی کے حوالے سے اہم بات یہ ہے کہ لغت مرتب کرتے وقت مقامی، ادبی، عوامی اور تہذیبی و ثقافتی عناصر کو مناسب اہمیت دی جائے۔

''قرار اللغات: امیر اللغات کا تکملہ'' کے تناظر میں رؤف پاریکھ نے ''قرار اللغات'' (مؤلفہ سید تصدق حسین شاہ

جہاں پوری، قرارؔ) کا تعارف کروانے کے علاوہ اُس کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ مؤلف کا دعویٰ تھا کہ اُس کی مذکورہ لغت امیر مینائی کی لغت ''امیر اللغات'' کی تکمیل ہے۔ رؤف پاریکھ کے نزدیک ''قرار اللغات'' اُردو کی ایک غیر معروف اور کم یاب[۳۲] اُردو بہ اُردو لغت ہے۔ صرف ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری اور لیلیٰ عبدی خجستہ نے اِس کا ذکر کیا ہے۔[۳۳] اِس لغت کا نسخہ رؤف پاریکھ کو اُردو لغت بورڈ، کراچی کے کتب خانے سے میسر ہوا، جس پر اشاعت کا سال ۱۹۱۹ء، لغت کا پورا نام ''قرار اللغات یعنی اُردو محاورات'' اور ناشر کا نام گلشنِ ابراہیم، لکھنؤ درج ہے۔[۳۴] قرارؔ شاہ جہاں پوری، امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ اُنھوں نے اپنے استاد کے ''امیر اللغات'' پر مبنی نامکمل کام کو ''قرار الغات'' کی صورت میں مکمل کر دیا ہے۔ الفاظ کے معنی درج کرتے ہوئے اُنھوں نے نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ جہاں وضاحت کی ضرورت تھی، وہاں بھی تفصیل بیان کرنے کی بجائے اختصار سے کام چلایا گیا ہے۔ الفاظ کے محض مجازی معنی یا مستعمل معنی کو درج کیا گیا ہے۔ رؤف پاریکھ کا خیال ہے کہ مؤلف کا املا اپنے دور کے لحاظ سے بھی خاصا قدیم انداز کا ہے جب کہ اس معاملے میں امیر بہت محتاط تھے اور اُن کا املا اُن کے دور کی حد تک جدید ہے۔[۳۵] قرارؔ نے الفاظ و مرکبات کے اندراج میں سند کا خاص خیال نہیں رکھا اور نہ ہی اُردو محاورات کے ضمن میں کوئی قابلِ قدر کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اِس حوالے سے رؤف پاریکھ رقم طراز ہیں:

> ''قرار اللغات کوئی بہت معیاری لغت نہیں ہے۔ محاورات کی کچھ لغات اِس سے پہلے موجود تھیں۔ مؤلف کو چاہیے تھا کہ اُن میں کچھ اضافہ کرتے یا اُن سے کچھ اختلاف کرتے۔ اُن کے اِس کام سے اُردو محاورات یا الفاظ کے ضمن میں یا لغت نویسی کے باب میں بہت کم اضافہ ہوا۔''[۳۶]

قرارؔ شاہ جہاں پوری کا ''امیر اللغات'' کو ''قرار اللغات'' کی شکل میں مکمل کرنے کا دعویٰ بہت سی وجوہات کی بنیاد پر غلط ثابت ہوتا ہے، جس میں سے پانچ بنیادی وجوہات رؤف پاریکھ کی تحقیق وتنقید کے نتیجہ میں بیان کی جاسکتی ہیں۔ پہلی وجہ الفاظ و مرکبات کے حوالے سے معنی بیان کرتے ہوئے مناسب وضاحت یا تفصیل کی عدم موجودگی ہے۔ دوسری وجہ شعری متون کو بطور سند پیش کرتے وقت کہیں کہیں معنی کی عدم مطابقت کا پایا جانا ہے۔ اِسی ضمن میں اُنھوں نے اپنے شعر کو بھی بطور سند کے پیش کر دیا ہے، جو قطعاً مناسب نہیں۔ تیسری وجہ اُس دور کے اعتبار سے اُن کا املا خاصا قدیم ہے۔ یعنی اُنھوں نے عصری تقاضوں کے مطابق املا کے جدید اُصولوں کا بھی خیال نہیں رکھا۔ چوتھی وجہ ''قرار اللغات'' کا نہایت مختصر حجم ہے جو ''امیر اللغات'' کی تین جلدوں میں سے کسی ایک کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتا، جس میں صرف الف ممدودہ، الف مقصورہ اور ب سے شروع ہونے والے الفاظ درج ہیں۔ پانچویں وجہ اصولِ لغت نویسی ہے، جس کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے، جو ''قرار اللغات'' میں کم ہی دکھائی دیتا ہے۔ چناں چہ اس کی اہمیت تاریخی اعتبار تک محدود ہے۔

فارسی زبان کا عمل دخل برصغیر پاک و ہند میں اِس قدر زیادہ رہا ہے کہ فارسی کی نمایاں لغات بھی یہیں مرتب کی

گئیں۔ حافظ محمود شیرانی کے نزدیک اِن لغات نے صدیوں تک ایران کے فارسی لغت نویسوں کے لیے بھی سند فراہم کی۔ (۳۷)

''لغاتِ سعیدی'' اور اُس کی چند تلمیحات و استعارات کے تناظر میں بات کرتے ہوئے رؤف پاریکھ کا خیال ہے کہ فارسی الفاظ و محاورات کی وضاحت کے لیے لغات کی ضرورت محسوس کی گئی، جس کے لیے فارسی بہ اُردو لغات مرتب کی گئیں۔ ''لغاتِ سعیدی'' کے مؤلف مولوی عبدالعزیز ہیں اور یہ لغت ۱۹۲۹ء میں مطبع مجیدی نے کان پور سے شائع کی۔ اِس لغت میں عربی، فارسی اور ترکی زبان کے الفاظ، محاورات اور تراکیب کو درج کیا گیا ہے، جن کی تشریح و توضیح اُردو زبان میں کی گئی ہے۔ اِس سلسلہ میں مترادفات سے زیادہ تر استفادہ کیا گیا ہے۔ رؤف پاریکھ کا اِس لغت کو موضوع سخن بنانے کی وجہ کچھ یوں ہے کہ فارسی لغت نویسی کے موضوع پر دو اہم جدید مآخذ یعنی ''فرہنگ نویسی فارسی در ہند و پاکستان'' (فارسی) اور ''فارسی لغت نویسی کی تاریخ'' میں اِس کا ذکر نہیں ملتا۔ (۳۸) اِس کے متعلق اُردو میں تحقیقی و تنقیدی معلومات تو کجا تعارف و تبصرہ تک نہیں ملتا۔ رؤف پاریکھ کا ''لغاتِ سعیدی'' پر مختصر مقالہ قابل تحسین ہے۔ وہ اِس لغت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''لغاتِ سعیدی'' کے ذخیرہ الفاظ کی غالب اکثریت فارسی ہے اور اپنی دو خصوصیات کی بنا پر یہ لغت بہت اہم ہے۔ اولاً، فارسی و عربی و ترکی بہ اُردو لغات میں یہ ضخیم ترین ہے اور اِس میں فارسی الفاظ کی اتنی بڑی تعداد شامل ہے کہ کوئی فارسی بہ اُردو لغت شاید ہی اِس میدان میں اِس کی ہم پلہ ہو۔ ثانیاً، اِس میں فارسی، عربی اور ترکی کے اور بالخصوص فارسی کی ایسی تشبیہات، استعارات، اصطلاحات، کنایات اور تلمیحات کثیر تعداد میں درج ہیں، جو اُردو میں بھی رائج ہیں اور اُن میں سے بعض کا اندراج اُردو کی متداول لغات میں نہیں ملتا۔'' (۳۹)

''اُردو لغات: اُصول اور تنقید'' کے عنوان سے رؤف پاریکھ کی مرتب کردہ کتاب ۲۰۱۴ء میں سامنے آئی، جسے فضلی سنز، کراچی نے شائع کیا۔ اِس کتاب کو اُنھوں نے بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ اُصول لغت کے نام سے ہے، جس میں پانچ مضامین شامل ہیں۔ اِس حصے کے نمایاں مباحث میں علم اللغات اور لفظ اصلیات، لغت، اُردو لغت کے مسائل، اُردو لغت کی جدید تدوین، اور امیر مینائی کی لغت نویسی اور اصول لغت نویسی شامل ہیں۔ دوسرا حصہ تنقیدِ لغت کے نام سے ہے، جس میں نو مضامین شامل ہیں۔ اِس حصے کے نمایاں مباحث میں نمونہ لغاتِ اُردو، امیر مینائی کی لغت نویسی، امیر مینائی بحیثیت لغت نگار، لغتِ کبیر کے تسامحات، مولوی عبدالحق کی لغت نویسی، مہذب اللغات، لغاتِ روزمرہ، اور متن اساس فرہنگیں: مسائل اور صورتِ حال شامل ہیں۔

''لسانیاتی مباحث'' کے عنوان سے رؤف پاریکھ کے لسانی و تحقیقی مضامین پر مبنی کتاب ۲۰۱۵ء میں سامنے آئی، جسے فضلی سنز، کراچی نے شائع کیا۔ یہ کتاب اُن کے دس لسانی مضامین و مقالات کا مجموعہ ہے، جو اِس سے قبل مختلف تحقیقی

مجلّات میں شائع ہو چکے تھے۔ اکیسویں صدی میں اُردو لسانیات کے جدید مباحث پر بات کرتے ہوئے اُنھوں نے اُردو لشکری زبان ہرگز نہیں ہے، اُردو صوت رکن، مصمتی خوشے اور تلفظ کا مسئلہ، مارفیم، مارفیمیات اور اُردو میں مستعمل کچھ مارفیم، اُردو سے متعلق چند عام مغالطے، رومن اُردو کیوں؟، اُردو کی علاقائی تحتی بولیاں، علاقائی روپ اور پاکستانی اُردو، سلینگ اور اُردو سلینگ، سماج کے بدلتے رنگ، سلینگ اور اُردو کی تدریس، معنیات، اِس کے اختلافی مباحث اور معنی کے معنی، اور اُردو معنیات: لفظ و معنی کا رشتہ اور صوتی علامتیت جیسے موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے۔ اپنی لسانی تحریروں میں وہ لسانیات کے جدید اُصول وضوابط سے نہ صرف خاطر خواہ واقف نظر آتے ہیں، بلکہ اُردو لسانیات کے میدان میں وہ جا بجا بہت سی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں کوشاں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے اُنھوں نے لسانیات کی جدید انگریزی کتب سے خاصا استفادہ کیا ہے۔ رؤف پاریکھ اپنی لسانی تحریروں میں اختصار اور سادگی کا دامن تھامے رکھتے ہیں اور کہیں بھی بے جا طوالت سے اپنے نفسِ مضمون کو متاثر نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے تحقیقی وتنقیدی مضامین میں اُردو لسانیات کے قارئین کے لیے کم وقت میں زیادہ لسانی معلومات کا سرمایہ موجود ہوتا ہے۔

اُردو زبان کے آغاز وارتقا کے بارے میں بہت سے نظریات پائے جاتے ہیں، جن میں سب سے زیادہ عام بلکہ غلط العام نظریہ کچھ یوں ہے کہ اُردو ایک لشکری زبان ہے، جو مختلف زبانوں کے ملاپ سے وجود میں آئی۔ مختلف زبانیں بولنے والے ہندوستان میں اکٹھے رہے، جس سے ایک نئی زبان وجود میں آئی، جسے مخلوط، کھچڑی یا ملواں زبان کہتے ہیں۔ یہی وہ زبان ہے، جسے آج ہم اُردو زبان کے نام سے جانتے ہیں۔ 'اُردو' ترکی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنیٰ 'لشکر' ہے۔ مغلیہ دور میں لشکر چوں کہ غیر ملکی مسلمان اور مقامی آبادی، ایسے سپاہیوں پر مشتمل تھا، جن کے آپسی روابط سے ایک نئی مخلوط، ملواں اور کھچڑی یعنی اُردو زبان نے جنم لیا۔ یہ وہ نظریہ ہے جو آج لسانیات کے علم کی اِس قدر ترقی کے باوجود بھی لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہے۔ ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ تو اِسے نظریہ قرار دینے کے بھی خلاف ہیں۔ وہ تو اِسے محض ایک قیاس آرائی کا نام دیتے ہیں۔ لیکن جس قدر اُردو زبان کو لشکری زبان قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے، اِسے نظریہ قرار دینے میں بھی کوئی مضائقہ نظر نہیں آتا۔ اِس تصور کو نام چاہے کچھ بھی دے لیں، مگر بات کو لسانیات کے جدید اُصول وضوابط کی روشنی میں جب پرکھا جائے گا تو حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ اکیسویں صدی میں اگر اُردو لسانیات کی بات کی جائے تو رؤف پاریکھ نے کھل کر اِس نظریے کو تنقید کا نشانہ بنایا اور ''اُردو لشکری زبان ہرگز نہیں ہے'' کے عنوان سے نہایت مدلل انداز سے اِس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ اُردو زبان کے بارے میں یہ صریحاً غلط نظریہ کیسے پیدا ہوا؟ پھر یوں کہ یہ نظریہ غلط کن بنیادوں پر استوار ہے؟ زبان کس طرح سے وجود میں آتی ہے؟ مسلمانوں کی آمد سے اُردو زبان کا تعلق کیسے ہے؟ مغلوں سے پہلے اُردو زبان کا وجود کیا تھا؟ رؤف پاریکھ کے نزدیک اُردو کو لشکری زبان قرار دینے والی غلط فہمی کا نقطۂ آغاز میر امن کی داستان ''باغ و بہار'' کا لکھا ہوا دیباچہ ہے، ملاحظہ ہو:

''حقیقت اُردو زبان کی بزرگوں کے منہ سے یوں سنی ہے کہ دلی شہر ہندوؤں کے

نزدیک چوبگی ہے۔ انھیں کے راجا پرجا قدیم سے وہاں رہتے تھے اور اپنی بھاکھا بولتے تھے۔ ہزار برس سے مسلمانوں کا عمل ہوا۔ سلطان محمود غزنوی آیا۔ پھر غوری اورلودی بادشاہ ہوئے۔ اِس آمدورفت کے باعث کچھ زبانوں نے ہندومسلمان کی آمیزش پائی۔ آخر امیرِ تیمور نے ہندوستان کو لیا۔ اُن کے آنے اور رہنے سے لشکر کا بازار شہر میں داخل ہوا۔ اِس واسطے شہر کا بازار اُردو کہلایا۔''(۴۰)

میر امن نے یہاں بزرگوں کی وضاحت نہیں کی کہ وہ کون سے بزرگ تھے، جنھوں نے میر امن کو یہ تصور دیا، جہاں سے ایک ایسی غلط فہمی کا آغاز ہوا، جسے بہت سے عالموں نے نہ صرف اپنایا، بلکہ اِس کی اشاعت بھی کی۔ اِس ضمن میں رؤف پاریکھ نے خرنجی لال، سید احمد دہلوی، سرسید احمد خان، مولانا محمد حسین آزاد، امام بخش صہبائی اور حکیم شمس اللہ قادری کے نام گنوائے ہیں، جنھوں نے اُردو کے لشکری زبان ہونے کے تصور کو اپنی تحریروں میں جگہ دی۔ اِن عالموں کے اِس لشکری زبان پر مبنی تصور کو اُن کے زمانے میں فروغ ملنا، اِس بنا پر سمجھ میں آتا ہے کہ اُس زمانے میں لسانیات نے ابھی اپنے جدید سائنسی اُصول وضوابط وضع نہیں کیے تھے اور لسانیات کا علم ابھی اِتنا ترقی یافتہ نہیں تھا کہ مخلوط زبان ایسے تصورات کو پنپنے ہی نہ دیا جاتا، مگر آج جب کہ لسانیات کا علم اِس قدر وسیع اور ترقی یافتہ صورت اختیار کر چکا ہے کہ زبان کے آغاز وارتقا سے متعلق ایسے فرسودہ اور بے بنیاد تصورات ونظریات کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ رؤف پاریکھ اِس ضمن میں لکھتے ہیں:

''ہمارے یہ سب قابلِ احترام بزرگ یہ باتیں اُس زمانے میں کر رہے تھے، جب لسانیات کا علم یا تو وجود ہی نہیں رکھتا تھا یا مغرب میں بھی گھٹنوں کے بل چل رہا تھا۔ بعد میں لسانیات کے علم نے اتنی ترقی کر لی کہ اس کی کئی شاخیں ہوگئیں، جن کی مزید ذیلی شاخیں بھی ہیں۔مثلاً تاریخی لسانیات، تقابلی لسانیات، تجزیاتی لسانیات، صوتیات، فونیمیات، صرفیات اور نحوی مطالعات وغیرہ۔ گویا یہ بزرگ لسانیات سے واقف نہیں تھے۔''(۴۱)

مختلف زبانوں کے ملاپ سے نئی زبان کے وجود میں آنے والا تصور دراصل وہ بنیاد ہے، جو اُردو کے لشکری زبان والے نظریے کے پیچھے کارفرما نظر آتی ہے۔ اِس بنیاد کو جب لسانیات کے جدید اُصولوں کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے تو یہ سراسر غلط ثابت ہوتی ہے۔ اگر اِس بات کو بالفرض صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر انگریزی اور مقامی زبانوں کے ملاپ سے بھی کوئی نئی زبان وجود میں آنی چاہیے تھی۔ انگریز اتنا عرصہ ہندوستان میں رہے، مگر انگریزی زبان کے مقامی زبانوں کے ساتھ اختلاط سے کسی نئی زبان نے جنم نہیں لیا، جو اِس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ زبانیں اِس طرح آپسی اختلاط سے وجود میں نہیں آتیں۔ زبانیں ایک دوسرے کو بہت کچھ دیتی اور اُن سے بہت کچھ لیتی تو رہتی ہی ہیں، مگر ایسا ممکن نہیں ہوتا کہ دو یا دو سے

زیادہ زبانوں کے آمیزے سے کوئی نئی زبان تیار ہو جائے۔ اِس ضمن میں رؤف پاریکھ نے میکس ملر (Max Mller)، (۱۸۲۳ء۔ ۱۹۰۰ء) کے زبان کے بارے میں پیش کردہ مندرجہ ذیل اُصولوں سے استفادہ کیا ہے، جنھیں ڈاکٹر شوکت سبزواری (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۷۳ء) نے اپنی کتاب ''داستانِ زبانِ اُردو''، ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ (پ: ۱۹۴۵ء۔) نے اپنی کتاب ''اُردو زبان کی تاریخ'' اور ڈاکٹر گیان چند جین (۱۹۲۳ء۔ ۲۰۰۷ء) نے اپنی کتاب ''لسانی مطالعے'' میں نقل کیا ہے:

۱۔ زبانوں کی تقسیم اور اُن کے رشتوں اور قرابتوں کی تعین اُن کی صرفی نحوی ساخت کے مطابق کی جاتی ہے۔ فرہنگ الفاظ کی اِس سلسلے میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ [۴۲]

۲۔ لوگوں کا خیال ہے کہ دو یا دو سے زیادہ زبانوں کو جوڑ کر کوئی تیسری نئی زبان وضع کی جاسکتی ہے، جو پہلی دو زبانوں سے جدا اور آزاد ہو۔ دو یا دو سے زیادہ رنگوں کی آمیزش سے ایک نیا اور دونوں سے مختلف رنگ ضرور تیار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دو زبانوں کی ترکیب سے کسی تیسری نئی زبان کی تعمیر ناممکن ہے۔ [۴۳]

فرہنگ الفاظ یا ذخیرہ الفاظ، زبان کے آغاز و ارتقا کے لیے اہمیت کے حامل تو ہیں، مگر دنیا کی کسی بھی زبان کو صرف اِسی ایک عنصر کی بنا پر متعین نہیں کیا جا سکتا۔ زبانیں چوں کہ ایک دوسرے سے الفاظ کا تبادلہ کرتی رہتی ہیں اِس لیے کھچڑی تو دنیا کی ہر زبان میں پکی ہوئی ملتی ہے۔ دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں ہے، جو اِس کھچڑی سے پاک ہو۔ چناں چہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ دو یا دو سے زیادہ زبانوں کی آمیزش سے کوئی نئی زبان جنم نہیں لے سکتی۔ میکس ملر کے زبان کے حوالے سے اُصول بھی اِسی بات کی طرف نشان دہی کر رہے ہیں۔ زبان کی تشکیل و ارتقا صدیوں کے سماجی رابطے کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ اِس ضمن میں کسی بھی زبان کے بنیادی الفاظ جن میں مصادر، اعداد اور بنیادی رشتے شامل ہیں اور اُس زبان کی صرفی و نحوی ساخت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۹۰ء) لکھتے ہیں:

> ''پاک و بھارت کی زبانوں میں سے کوئی زبان ایسی نہیں ہے، جو دو زبانوں کے میل جول سے وجود میں آئی ہو، بلکہ دو زبانوں کے میل سے تو اِس برصغیر کیا دنیا میں کوئی زبان آج تک پیدا نہیں ہوئی ہے۔'' [۴۴]

اُردو زبان کی موجودہ ترقی یافتہ شکل میں مغلیہ دور کی اہمیت اِس اعتبار سے زیادہ ہے کہ اُس دور میں اُردو عوام کی بھرپور بول چال کی زبان بن چکی تھی۔ فارسی زبان اُس دور میں مغلیہ دربار تک محدود ہو کر رہ گئی تھی اور سنسکرت زبان مندروں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی، اِسی لیے یہ دونوں زبانیں عوام کی زبان نہ بن سکیں۔ اُردو زبان کی تشکیل اور اِس کے آغاز و اِرتقا کو مغلوں کے دور کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ مغلوں سے بہت پہلے اُردو زبان کی بنیاد رکھی جا چکی تھی۔ امیر خسرو کا کلام اِس بات کا واضح ثبوت ہے جو مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھے جانے سے بھی دو صدیاں پرانا ہے۔ البتہ اُس دور میں اُردو کا نام ہندی یا ہندوی تھا، جیسا کے مختلف ادوار میں اُردو کو مختلف ناموں سے پہچانا جاتا تھا، جن میں ہندی، ہندوی،

دہلوی، گجری، دکنی، ریختہ، مُور اور اُردو قابل ذکر ہیں۔امیر خسرو (۱۲۵۳ء۔ ۱۳۲۵ء) کے زمانے سے بھی بہت پہلے اُردو زبان کا ڈھانچہ اپنی ابتدائی شکل میں موجود تھا۔مغلوں سے پہلے اُردو زبان کے بارے میں رؤف پاریکھ لکھتے ہیں:

> ''دلچسپ بات یہ ہے کہ لشکری اُردو کے نظریے کو درست ماننے والے حضرات امیر خسرو کو، جن کا انتقال ۱۳۲۵ء میں ہوا، اُردو کا شاعر مانتے ہیں۔حال آں کہ مغل دور کا آغاز ۱۵۲۶ء میں پانی پت کے میدان میں بابر کی کامیابی سے ہوتا ہے۔یعنی اُن کے خیال میں اُردو کے آغاز اور اِس کی ابتدا سے بھی چند سو سال قبل امیر خسرو اُردو میں شاعری فرما رہے تھے۔سبحان اللہ! تو پھر اُردو کا آغاز مغل دور سے قبل کیوں نہ تسلیم کیا جائے؟ خود آزاد نے بھی 'آبِ حیات' میں امیر خسرو کا احوال اور اُن کی اُردو شاعری کے نمونے دیے ہیں۔''[۴۵]

اُردو زبان کی ابتدا کو مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔یہ بات اِس حد تک تو درست ہے کہ اُردو زبان میں سب سے زیادہ فارسی، عربی اور ترکی زبانوں کے الفاظ شامل ہیں، مگر اِس بات سے یہ مراد لینا کہ مسلمانوں کی ہندوستان آمد سے پہلے اُردو زبان موجود ہی نہیں تھی، یہ سراسر غلط ہے۔مسلمانوں کی آمد سے اُردو زبان نے اپنی نوک پلک سنواری اور اپنے دامن میں فارسی، عربی اور ترکی زبانوں کے ساتھ ساتھ دیگر مقامی زبانوں کے الفاظ کو بھی جذب کیا۔مگر اِس بات سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ اُردو اِن زبانوں کی آمیزش سے وجود میں آئی۔یعنی اُردو ہرگز ہرگز بھی لشکری زبان نہیں ہے۔ڈاکٹر سنیتی کمار چیٹر جی (۱۸۹۰ء۔ ۱۹۷۷ء) مسلمانوں کی ہندوستان آمد اور اُردو زبان کے متعلق خیال ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمان ہندوستان میں نہ آتے تو اُردو کی تشکیل میں چند صدیوں کی تاخیر ہو جاتی۔[۴۶] دنیا کی مختلف زبانوں میں تہذیبی و ثقافتی سطح پر الفاظ کا لین دین ہوتا رہتا ہے، مگر اِس سے قطعاً یہ مراد نہیں لیا جا سکتا کہ مختلف زبانوں کے الفاظ کی آمیزش سے کوئی نئی زبان ظہور پذیر ہو سکتی ہے۔

صوت رکن (syllable) کسی بھی لفظ کے تلفظ کی ایسی اکائی ہے، جن میں مصوتی آواز شامل ہوتی ہے۔صوت رکن بنیادی طور پر مصوتی آواز پر مشتمل ہوتی ہے، جس کے آغاز یا اختتام پر مصمتی آواز شامل ہو سکتی ہے۔یعنی مصوتی آواز کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے، جسے مصمتی آوازوں نے گھیرا ہوتا ہے۔کسی لفظ میں صوت رکن کی تعداد ایک یا ایک سے زیادہ ہو سکتی ہے۔الفاظ کے تلفظ کو تشکیل دینے میں صوت رکن بنیادی اور مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔تلفظ میں آوازوں کے اتار چڑھاؤ میں بھی صوت رکن ہی بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔کسی بھی زبان میں تلفظ کے اعتبار سے وزن، روانی اور تسلسل کا تعلق براہِ راست صوت ارکان کے ساتھ ہوتا ہے۔صوت رکن کی موجودگی کے لحاظ سے الفاظ کو مختلف گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔اگر کسی لفظ میں ایک صوت رکن ہو تو اُسے یک صوت رکن (monosyllable) لفظ کہتے ہیں۔اِسی طرح دو صوت

رکن(disyllable)، سہ صوت رکن (trisyllable) اور متعدد صوت رکن(polysyllable) کی گروہ بندی بالترتیب دو صوت رکن، تین صوت رکن اور تین سے زیادہ صوت رکن کی موجودگی کی بنیاد پر کی گئی ہے۔صوت رکن کے لیے مصوتی آواز کی موجودگی لازمی شرط ہے، جو مصمتی آواز کے ساتھ اور اِس کے بنا بھی ہوسکتی ہے۔مصمتی آواز، مصوتی آواز کے بنا وجودنہیں رکھتی، مگر مصوتی آواز، مصمتی آواز کے بنا آزادانہ وجود رکھتی ہے۔الفاظ میں صوت رکن کی تعداد کا تعلق زبان (tongue) کے جھٹکوں (jerks) کے ساتھ براہِ راست ہے۔ادائیگی میں زبان جتنے جھٹکے لیتی ہے، اُتنے ہی اُس لفظ میں صوت رکن کی تعداد ہوتی ہے۔لسانیات میں صوت رکن کا تصور کچھ بہت زیادہ پرانا نہیں ہے۔مثالیں ملاحظہ ہوں:

یک صوت رکن: کام، سب، رس

دوصوت رکن: اظہار، تکرار، تنہا

سہ صوت رکن: پاکستان، پیمایش، تابندہ

متعدد صوت رکن: خانہ داری، لسانیات، صابن دانی

وکٹوریا فرومکن (۱۹۲۳ء۔۲۰۰۰ء)[۴۷] کے مطابق:

''صوت رکن ایک صوتیاتی اکائی ہے اور یہ ایک یا ایک سے زیادہ صوتیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔''[۴۸]

''لغت نویسی اور لغات: روایت اور تجزیہ'' کے نام سے رؤف پاریکھ کی مرتبہ کتاب ۲۰۱۵ء میں سامنے آئی، جسے فضلی سنز، کراچی نے شائع کیا۔اُن کی مرتب کردہ یہ کتاب چار حصوں میں منقسم ہے، جن میں لغت نویسی، لغات، لغت نویس، اور لغت ساز ادارے شامل ہیں۔لغت نویسی کے ضمن میں لغت اور لغت نویسی، اُردو فرہنگ نویسی کا تحقیقی جائزہ، املا کا اختلاف، لغات کی تحقیق اور جاپان میں اُردو: لغت نویسی کے تناظر میں، پر بحث کی گئی ہے۔لغات کے حوالے سے لغتِ فرس، مجمع الفرس، کرنل سر ہنری یول کی اُردو فرہنگ ہابسن جابسن، تحقیقاتِ الفاظ ہندی غرائب اللغات، نوراللغات کا تقابلی مطالعہ، تدوین و طباعتِ انگریزی اُردو اسٹینڈرڈ ڈکشنری، جلال لکھنوی کی لغات، مخزنِ فوائد، اور نفائس اللغات کو بحث کا موضوع بنایا گیا ہے۔لغت نویس کے ضمن میں مولوی سید احمد دہلوی اور فیلن کے لغت نویسی کے حوالے سے کیے گئے کام کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔لغت ساز اداروں کے حوالے سے دفتر امیرا للغات، اُردو لغت اور ترقیِ اُردو بورڈ، اُردو ڈکشنری بورڈ اور اُردو لغت تاریخی اصول پر، کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔

''علمِ لغت، اُصولِ لغت اور لغات'' کے عنوان سے ڈاکٹر رؤف پاریکھ کے مضامین پر مشتمل کتاب ۲۰۱۷ء میں فضلی سنز، کراچی نے شائع کی، جس میں اُن کے کل نو مضامین و مقالات شامل ہیں۔اِس کتاب کے نمایاں مباحث میں علمِ لغت، لغوی معنیات اور اُردو لغت نویسی، تاریخی لغت نویسی اور تاریخی اُصول: پس منظر اور بنیاد، خصوصی لغت نویسی اور اُردو کی

چند نادر اور کم یاب خصوصی لغات، جان ٹی پلیٹس، اُس کی اُردو بہ انگریزی لغت، اُس کے پیش رو اور مقلد، قاموس الہند: پچپن جلدوں پر محیط اُردو کی نادر لغت، حالی کی شعری لفظیات اور اُردو لغت بورڈ کی لغت، اُردو، فارسی اور عربی کہاوتوں کی شعری اسناد، فرہنگِ آصفیہ کی تدوین و اشاعت: چند غلط فہمیوں کا ازالہ، اور اٹھارہ سو ستاون سے قبل کی اُردو شاعری میں یورپی زبانوں کے دخیل الفاظ شامل ہیں۔ رؤف پاریکھ نے اپنے اِن مقالات کو رقم کرنے میں انگریزی مواد سے خاصا استفادہ کیا ہے، جس کا اُنھوں نے باضابطہ حوالہ دیا ہے۔

دو سال پہلے رؤف پاریکھ نے ''لغات: تحقیق و تنقید'' کے عنوان سے ایک کتاب مرتب کی، جسے سٹی بک پوائنٹ، کراچی نے ۲۰۲۰ء میں شائع کیا۔ یہ کتاب اُن کی لغت نویسی سے متعلق مباحث کے سلسلہ میں چوتھی مرتبہ کاوش ہے، جس میں کل بارہ مقالات شامل ہیں۔ اُردو۔اُردو لغت: رہنما اُصول، انگریزی اُردو لغات اور انجمن کی انگریزی اُردو لغت، قومی انگریزی اُردو لغت۔ ایک جائزہ، لغاتِ اُردو کی ایک سرسری فہرست، قادر نامہ غالب، کچھ بہار اُردو لغت کے بارے میں، غالب اور لغت، استدراک: اُردو اشتقاقی لغت، کچھ اور محاورات، اور فرہنگیں اور اُردو میں ادبی متون کی فرہنگیں جیسے نمایاں مباحث اِس میں شامل ہیں۔ اُردو۔اُردو لغت: رہنما اُصول کے تناظر میں پیش کردہ بیالیس اُصول لغت نویسی کے ضمن میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ رہنما اُصول محمد احسن خاں کی وساطت سے رؤف پاریکھ کو بذریعہ خط موصول ہوئے جو ترقیِ اُردو بیورو، ہندوستان کی جانب سے ۱۹۸۱ء میں جاری کیے گئے تھے۔

اپنے عالمانہ مقالہ بعنوان ''فرہنگیں اور اُردو میں ادبی متون کی فرہنگیں (اُصول اور مباحث)'' کو رؤف پاریکھ نے سات حصوں میں تقسیم کیا ہے، جس میں فرہنگ اور لغت، فرہنگ اور لغت میں کیا فرق ہے؟ فرہنگ خصوصی لغت ہوتی ہے، ادبی متون کی فرہنگیں، اُردو میں ادبی متون کی فرہنگیں، ادبی فرہنگ میں لفظ کا اندراج، اور ادبی متون کی فرنگ نویسی: اُصول اور مقاصد جیسے اہم نکات شامل ہیں۔ انگریزی لفظ 'ڈکشنری'، اُردو لفظ 'لغت' اور فارسی لفظ 'فرہنگ' بنیادی اعتبار سے ایک ہیں۔ یعنی الفاظ کی الف بائی ترتیب کے ساتھ ایسی فہرست جس میں اُن کے معنی اِس انداز سے واضح کیے جائیں کہ مترادفات کے ساتھ ساتھ اُن کی قواعدی رو اور اشتقاق بھی آشکار ہو جائے۔ جہاں تک اُردو میں لغت اور فرہنگ ایسے الفاظ کے استعمال کی بات ہے تو لغت کا دائرہ فرہنگ کی نسبت وسیع ہے۔ لغت اور فرہنگ کے مابین فرق واضح کرتے ہوئے رؤف پاریکھ فرہنگ کے اُردو میں نئے مستعمل مفہوم کی طرف کچھ یوں اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ الف بائی ترتیب میں مرتب کی گئی ایسے الفاظ کی فہرست مع معنی و تشریح جو کسی خاص موضوع یا مضمون یا متن سے متعلق ہوں، یہ عموماً کتابوں کے آخر میں دی جاتی ہے۔ (Glossary)

۲۔ مختصر لغت جو کسی خاص موضوع یا علم و فن کے الفاظ پر مبنی ہو یا جس میں مخصوص ذخیرہ الفاظ کو شامل کیا گیا ہو۔ [۴۹] (Dictionary of technical terms)

اُنھوں نے لغت کی بنیادی طور پر دو اقسام بیان کی ہیں، جن میں عمومی لغات اور خصوصی لغات شامل ہیں۔ فرہنگ کو دوسری قسم یعنی خصوصی لغات میں شامل کیا جاتا ہے، جو اُس وقت ادبی متن کی فرہنگ کا روپ اختیار کر جاتی ہے، جب کسی مصنف کے متن میں موجود مخصوص الفاظ کی فہرست کو معنی کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔ اُردو میں ادبی متون کی فرہنگیں کے تناظر میں خیال ظاہر کرتے ہوئے اُنھوں نے دو اہم مقالوں کا ذکر کیا ہے، جس میں ہشام السعید کا مقالہ بعنون ''اُردو فرہنگ سازی: تشکیل و تحقیق''[۵۰] اور عبدالرشید کا مقالہ بعنوان ''متن اساس فرہنگیں: مسائل اور صوتِ حال''[۵۱] شامل ہیں۔ ادبی متن کی فرہنگ نویسی: اُصول اور مقاصد کے ضمن میں رؤف پاریکھ نے پندرہ اہم نکات پیش کیے ہیں، جن کی بدولت ادبی متن کی فرہنگ نویسی کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔ اُن کا یہ مقالہ فرہنگ نویسی میں دل چسپی رکھنے والے طالب علموں کے لیے ایک رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔

اکیسویں صدی کے جدید ادبی و لسانی تناظر میں ڈاکٹر رؤف پاریکھ کا نام پاکستان میں لکھنے والوں میں نمایاں اہمیت کا حامل ہے جس کی گونج اُردو زبان و ادب کے حالیہ منظر نامہ پر واضح طور سے سنائی دیتی ہے۔ اُن کی دل چسپی کے خاص شعبوں میں لغت نگاری کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ لغت نگاری کے علاوہ اُنھوں میں جدید لسانیاتی مباحث پر بھی خاصی تعداد میں مضامین تحریر کیے ہیں۔ اُردو زبان سے متعلق پائے جانے والے عمومی قیاس آرائی پر مبنی گمراہ کن نظریات کو اُنھوں نے خاصی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اُردو صوت رکن، مصمتی خوشے اور تلفظ کا مسئلہ ہو یا پھر مارفیم، مارفیمیات اور اُردو میں مستعمل مارفیم کی بات ہو، رؤف پاریکھ کی آواز سب سے نمایاں سنائی دیتی ہے۔ سلینگ اور اُردو سلینگ پر نہ صرف اُنھوں نے مضامین تحریر کیے، بلکہ اُردو کی پہلی سلینگ لغت مرتب کرنے کا سہرا بھی اُنھی کے سر ہے۔ لسانیات کے علم نے محض علم وفن پر ہی نہیں، بلکہ زندگی کے ہر شعبہ پر اپنا رنگ ظاہر کیا ہے، مگر اکیسویں صدی میں لسانیاتی تحقیق کو بالخصوص اُردو کے تناظر میں نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ ایسے میں رؤف پاریکھ جیسی آوازوں کی ضرورت ہے، تا کہ اُردو قواعد ولسانیات کے مسائل و مباحث پر از سرِ نو روشنی ڈالی جا سکے۔ میرے نزدیک اُردو لسانیات، بالخصوص لغات کے تناظر میں بیسویں صدی کا ایک عظیم نام ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ہے، جن کا لغت نویسی پر تحقیقی و تنقیدی کام اگرچہ قلیل ہے، مگر نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اُردو لغت بورڈ، کراچی کی جاری کردہ ''اُردو لغت (تاریخی اُصول پر)'' کی پہلی چھ جلدیں صدیقی صاحب کی ادارت میں شائع ہوئیں۔ اُن کے شروع کردہ کام کو اختتام کی طرف لے جانے کا سہرا ڈاکٹر رؤف پاریکھ کے سر ہے، جنھوں نے لغات کے حوالے سے نہ صرف بنیادی نوعیت کا تاریخی، اُصولی اور علمی نوعیت کا کام پیش کیا، بلکہ اعلیٰ سطحی تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے کام کی پیش کش بھی اُنھی کا خاصہ ہے۔

حواشی

(۱) ڈاکٹر صابرہ سعید، اردو ادب میں خاکہ نگاری، (لاہور: زبیر بکس، ۲۰۱۷ء) ص ۱۴۰

(۱) رؤف پاریکھ، اولین اُردو سلینگ لغت، (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۹۔۱۰

(۲) https://en.oxforddictionaries.com/definition/slang

A type of language consisting of words and phrases that are regarded as very informal are more common in speech than writing, and are typically restricted to a particular context or group of people.

(۳) رؤف پاریکھ، اولین اُردو سلینگ لغت، محولہ بالہ، ص ۱۲

(۴) ایضاً، ص ۱۸

(۵) اُردو میں سلینگ کی لغت کا نقشِ اول کے عنوان سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی کتاب اولین اُردو سلینگ لغت کا پیش لفظ تحریر کیا تھا۔

(۶) رؤف پاریکھ، اُردو میں لسانی تحقیق و تدوین گزشتہ چند عشروں میں، (کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۱۳ء)، ص ۱۸۔۱۹

(۷) رؤف پاریکھ، لغوی مباحث، (لاہور: مجلس ترقیِ ادب، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۲

(۸) ایضاً

(۹) ایضاً، ص ۱۳

(۱۰) ایضاً، ص ۱۴

(۱۱) ایضاً

(۱۲) ایضاً، ص ۱۵

(۱۳) ایضاً، ص ۲۴

(۱۴) مولوی عبدالحق، (مقدمہ)، لغت کبیر، (کراچی: انجمن ترقیِ اُردو پاکستان، ۱۹۶۱ء)، ص ۳۸

(۱۵) رؤف پاریکھ، لغوی مباحث، محولہ بالہ، ص ۲۸

(۱۶) ایضاً، ص ۴۶

(۱۷) سیّد احمد سعید (مترجم)، (دیباچہ)، ''فارسی لغت نویسی کی تاریخ''، مصنفہ، محمد علی، آقائی، مشمولہ اُردو (کراچی: جولائی۔ستمبر، ۱۹۷۵ء)، ص ۱۵۵

(۱۸) کریم الدین احمد، امیر مینائی اور اُن کے تلامذہ، (لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۸۲ء)، ص ۴۴۹

(۱۹) احسن اللہ خان ثاقب، مکاتیبِ امیر مینائی، (لکھنؤ: مطبع ادبیہ، اشاعت دوم، ۱۹۲۴ء)، ص ۲۰۱

(۲۰) رؤف پاریکھ، لغوی مباحث، محولہ بالہ، ص ۸۵

(۲۱) ایضاً، ص ۹۴

(۲۲) سیّد جاوید اقبال، معتمدین دفتر امیر اللغات کے مکتوبات، مشمولہ تحقیق، شمارہ ۵ (جام شورو: سندھ یونی ورسٹی، ۱۹۹۱ء)، ص ۳۸۲

(۲۳) شبلی نعمانی نے یہ خط امیر مینائی کو ۳۰ر اگست ۱۸۸۸ء کو لکھا تھا۔ یہ خط رؤف پاریکھ کو اسرائیل مینائی کے توسط سے دست یاب ہوا۔

(۲۴) امیر مینائی نے یہ خط منشی سجاد حسین لکھنوی، مدیر اودھ پنچ کو ۳ر مارچ ۱۸۹۵ء کو لکھا تھا۔ یہ خط بھی رؤف پاریکھ کو اسرائیل مینائی کے توسط سے دست یاب ہوا۔

(۲۵) یہ انگریزی بہ اُردو لغت ۱۸۵۸ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی جو قانونی اور تجارتی معاملات سے متعلق اصطلاحات کی وضاحت کے لیے وضع کی گئی۔

(۲۶) یہ اُردو بہ انگریزی لغت ۱۸۷۹ء میں لندن سے شائع ہوئی جو قانونی اور تجارتی معاملات سے متعلق اصطلاحات کی وضاحت کے لیے وضع کی گئی۔

(۲۷) یہ اُردو بہ انگریزی لغت ۱۸۸۶ء میں بنارس سے شائع ہوئی جس میں کہاوتوں، مقولوں، علامتوں اور تشبیہات کی وضاحت ملتی ہے۔

(۲۸) یہ انگریزی بہ اُردو لغت ۱۸۸۳ء میں لندن سے شائع ہوئی جس میں انگریزی ادب اور عام بول چال کی زبان میں توضیحات ملتی ہیں۔

(۲۹) یہ اُردو بہ انگریزی لغت ۱۸۷۹ء میں بنارس سے شائع ہوئی جو فیلن کی سب سے معروف لغت ہے۔

(۳۰) رؤف پاریکھ، لغوی مباحث، محولہ بالہ، ص ۱۱۷

(۳۱) ایس ڈبلیو فیلن (S. W. Fallon)، دیباچہ، *A New Hindustani English Dictionary*، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو، ۲۰۰۴ء)، ص xxiii

(۳۲) رؤف پاریکھ، لغوی مباحث، محولہ بالہ، ص ۱۳۳

(۳۳) ایضاً

(۳۴) ایضاً، ص ۱۳۴

(۳۵) ایضاً ص ۱۴۰

(۳۶) ایضاً، ص ۱۴۳

(۳۷) حافظ محمود خاں شیرانی، مقالاتِ حافظ محمود شیرانی، مرتبہ، مظہر محمود شیرانی، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء)، ص ۱۶۹، ج ۶

(۳۸) رؤف پاریکھ، لغوی مباحث، محولہ بالہ، ص ۱۵۳

(۳۹) ایضاً، ص ۱۵۲

(۴۰) میر امن، باغ و بہار، مرتبہ، ممتاز حسین، (کراچی: اُردو ٹرسٹ، ۱۹۸۵ء)، ص ۵

(۴۱) رؤف پاریکھ، لسانیاتی مباحث، (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۲

(۴۲) شوکت سبزواری، داستانِ زبانِ اُردو، (کراچی: انجمن ترقیِ اُردو، ۱۹۸۷ء)، ص ۲۵

(۴۳) ایضاً، ص ۲۹

(۴۴) سہیل بخاری، قدیم دکنی اور اُردوزبان کا تقابلی مطالعہ، مشمولہ اُردو نامہ، شمارہ ۱۸ (کراچی: اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۴ء)، ص ۵۷

(۴۵) رؤف پاریکھ، لسانیاتی مباحث، محولہ بالا، ص ۱۷
(۴۶) مرزا خلیل احمد بیگ، اُردو زبان کی تاریخ، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۰ء)، ص ۵۵
(۴۷) وکٹوریا فرامکن اور دیگر (Victoria Fromkin & others)، زبان: ایک تعارف (An Introduction to Language)، (میلبورن: نیلسن تھامسن لرننگ (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۲۰۰۵ء)، اشاعت پنجم، ص ۲۳۱
"A syllable is a phonological unit composed of one or more phonemes."
(۴۸) رؤف پاریکھ، لسانیاتی مباحث، محولہ بالا، ص ۲۹
(۴۹) ایضاً، لغات: تحقیق و تنقید، (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۰ء)، ص ۱۹۲
(۵۰) ہشام السعید کا یہ مقالہ سندھ یونی ورسٹی، جام شورو کے شعبہ اُردو کے جریدہ تحقیق شمارہ ۳۱، جنوری تا جون ۲۰۱۶ء میں شائع ہوا۔
(۵۱) عبدالرشید کا یہ مقالہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی کے جریدہ تدریس نامہ شمارہ ۱، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا۔

مآخذ:

(۱) احمد، کریم الدین، امیر مینائی اور اُن کے تلامذہ، لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۸۲ء
(۲) امن، میر، باغ و بہار، مرتبہ، ممتاز حسین، کراچی: اُردو ٹرسٹ، ۱۹۸۵ء
(۳) بیگ، خلیل احمد، مرزا، اُردو زبان کی تاریخ، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۰ء
(۴) ثاقب، احسن اللہ خان، مکاتیبِ امیر مینائی، لکھنؤ: مطبع ادبیہ، اشاعت دوم، ۱۹۲۴ء
(۵) پاریکھ، رؤف، اولین اُردو سلینگ لغت، کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء
(۶) ـــــــ، اُردو میں لسانی تحقیق و تدوین گزشتہ چند عشروں میں، کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۱۳ء
(۷) ـــــــ، لغوی مباحث، لاہور: مجلس ترقیِ ادب، ۲۰۱۵ء
(۸) ـــــــ، لسانیاتی مباحث، کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء
(۹) ـــــــ، لغات: تحقیق و تنقید، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۰ء
(۱۰) سبزواری، شوکت، داستانِ زبانِ اُردو، کراچی: انجمن ترقیِ اُردو، ۱۹۸۷ء
(۱۱) شیرانی، حافظ محمود خاں، مقالاتِ حافظ محمود شیرانی، مرتبہ، مظہر محمود شیرانی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء
(۱۲) عبدالحق، مولوی، (مقدمہ)، لغت کبیر، کراچی: انجمن ترقیِ اُردو پاکستان، ۱۹۶۱ء
(۱۳) فرامکن، وکٹوریا اور دیگر (Fromkin, Victoria & others)، *An Introduction to Language*، میلبورن: نیلسن تھامسن لرننگ (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۲۰۰۵ء، اشاعت پنجم
(۱۴) فیلن، ایس ڈبلیو (Fallon, S. W.)، دیباچہ، *A New Hindustani English Dictionary*، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو، ۲۰۰۴ء

رسائل:

(۱) اُردو، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، کراچی، شمارہ جولائی۔ستمبر، ۱۹۷۵ء

(۲) اُردو نامہ، شمارہ ۱۸، کراچی، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۴ء
(۳) تحقیق، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، شمارہ ۳۱، جنوری تا جون ۲۰۱۶ء
(۴) ______، شمارہ ۵، ۱۹۹۱ء، ص ۳۸۲
(۵) تدریس نامہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی، شمارہ ۱، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۹ء
(۶) ماہنامہ قومی زبان، (ڈاکٹر اسلم فرخی نمبر)، کراچی: انجمن ترقی اردو، نومبر ۲۰۱۶ء

ویب گاہ

(۱) https://en.oxforddictionaries.com/definition/slang